

shoaib ikram Hayati

سلسلہ اشاعت بعنوان رد غیر مقلدیت (۱۶)



اس رسالہ میں مفتی محمد عبید اللہ خان عقیف صاحب غیر مقلد کے رسالہ  
"فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر" کا جواب دیا گیا ہے۔

# فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

shoaib ikram Hayati



shoaib ikram Hayati

مفتی عبید اللہ خان عقیف غیر مقلد کے رسالہ ”فتاویٰ عالمگیری

پر ایک نظر“ کا مدلل جواب بنام

فتاویٰ عالمگیری

پر اعتراضات کے جوابات

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحی غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدر

ناشر

مکتبہ تبیین الاسلام کوسہ ممبر (ضلع نہانہ) (مبئی)

shoaib ikram Hayati



**کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!**

نام کتاب: فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

نام مرتب: حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

ترتیب و کتاب: محمود احمد صدیقی سعید گرافکس دیوبند  
9761206897

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

ناشر: مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا (ضلع تھانہ)

09322471046

﴿ملنے کا پتہ﴾

مکتبہ صفدریہ دیوبند

09808452070-08881030588

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند دارالکتاب دیوبند کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

سناہل کتاب گھر دیوبند زمزم بکڈ پو دیوبند دارالاشاعت دیوبند

کتب خانہ حسینیہ دیوبند مکتبہ مدنیہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

الحراء پریو مرس دارالفلاح مسجد تبلیغی مرکز کوسہ ممبرا ضلع تھانہ

عبدالسلام قاسمی ۱۷۹ کتاب مارکیٹ بھنڈی بازار ممبئی

امام اعظم اکیڈمی (ممبئی) 09689157805

مکتبہ ابن کثیر ممبئی 022-23003800



## فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
21	اعتراض نمبر ۸	8	عرض مرتب
21	شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا	10	اعتراض نمبر ۱
23	اعتراض نمبر ۹ ۳۲۵	10	سر کے مسح کا انکار
	دباغت دینے سے کھال پاک	13	اعتراض نمبر ۲
23	ہو جاتی ہے	13	کچھد کے شیرہ سے وضو جائز ہے
32	اعتراض نمبر ۳۳	14	اعتراض نمبر ۳
	فوج کرنے سے بھل کھال پاک	14	نشہ آور شراب کے ساتھ وضو جائز
32	ہو جاتی ہے	15	اعتراض نمبر ۴
35	اعتراض نمبر ۳۴		جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے
35	کتا نجس عین نہیں	15	جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں
37	اعتراض نمبر ۳۵	18	اعتراض نمبر ۵
37	صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے		مردہ عورت کے ساتھ بد فعلی کرنے
39	اعتراض نمبر ۳۶	18	سے بھی بغیر انزال غسل نہیں
39	ایک مشقال نجاست کی چھوٹ	18	اعتراض نمبر ۶
43	اعتراض نمبر ۳۷		نابالغ لڑکی سے جماع کرنے
43	پلید انگلی چاٹنے سے پاک	18	سے بھی بغیر انزال غسل نہیں
43	اعتراض نمبر ۳۸	20	اعتراض نمبر ۷
43	پلید چھری چاٹنے سے پاک		عضو پر کپڑا پیٹ کر دخول پر
		20	غسل نہیں



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
50	اعتراض نمبر ۴۷	44	اعتراض نمبر ۳۹
50	اللہ اکبر کی جگہ اللہ اکبر کہنا	44	پلید کپڑا چاٹنے سے پاک
50	اعتراض نمبر ۴۸	45	اعتراض نمبر ۴۰
50	اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر کہنا		کتے کے بالوں کا ازار بند
50	اعتراض نمبر ۴۹	45	استعمال کریں
	جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی	47	اعتراض نمبر ۴۱
50	میں کہنی مکروہ ہے		تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی
51	اعتراض نمبر ۵۰	47	اور لفظ استعمال کرنا جائز ہے
	فارسی زبان میں سرف تکبیر ہی	48	اعتراض نمبر ۴۲
51	نہیں بلکہ اور کچھ بھی		اگر نماز کو سبحان اللہ سے شروع
51	اعتراض نمبر ۵۱	48	کیا تو صحیح ہے
51	صرف فارسی ہی میں نہیں	48	اعتراض نمبر ۴۳
54	اعتراض نمبر ۵۲		اللہ کے ناموں سے جو نام تعظیم
	عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے		کے واسطے ہیں ان سے نماز
54	نماز نہیں ٹوٹی	48	شروع کرنا جائز ہے
55	اعتراض نمبر ۵۳	49	اعتراض نمبر ۴۴
55	فقہ حنفی میں امام کی شرائط		الحمد للہ سے نماز شروع کرنا
57	اعتراض نمبر ۵۴	49	جائز ہے
	وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت	49	اعتراض نمبر ۴۵
57	نہیں ہوتی	49	اللہ اکبر کی جگہ اللہ جل کہنا
57	اعتراض نمبر ۵۵	49	اعتراض نمبر ۴۶
57	شراب مہر میں	49	اللہ اکبر کی جگہ اللہ کہنا



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
72	اعتراض نمبر ۶۴	57	اعتراض نمبر ۵۶
72	آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ	57	خزیر مہر میں
73	اعتراض نمبر ۶۵	59	اعتراض نمبر ۵۷
	محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد		زانی کے انکار سے دونوں پر
73	حد کی چھوٹ	59	حد واجب نہیں
74	اعتراض نمبر ۶۶	60	اعتراض نمبر ۵۸
74	شبہ در محل میں حد نہیں	60	بے حسی کا شاہکار
75	اعتراض نمبر ۶۷	61	اعتراض نمبر ۵۹
	کرائے کی عورت سے زنا پر		شہادت کے بعد اور اقرار کے
75	حد نہیں	61	بعد انکار پر حد کی چھوٹ
76	اعتراض نمبر ۶۸	62	اعتراض نمبر ۶۰
76	متعہ کی حرمت مشتبہ ہے		پاگل جوان سے زنا کرنے والی
77	اعتراض نمبر ۶۹	62	کو حد کی چھوٹ
	زنا کی خرچی دینے سے حد	63	اعتراض نمبر ۶۱
77	کی چھوٹ		بچے کے ساتھ زنا کرنے والی
78	اعتراض نمبر ۷۰	63	کو حد کی چھوٹ
78	دار الحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ	64	اعتراض نمبر ۶۲
78	اعتراض نمبر ۷۱		حد کی چھوٹ کی ایک معصوم صورت
78	بچے سے زنا پر حد نہیں	71	اعتراض نمبر ۶۳
78	اعتراض نمبر ۷۲		عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے
78	پاگل سے زنا پر حد نہیں	71	نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
85	اعتراض نمبر ۸۱	79	اعتراض نمبر ۷۳
85	فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ		بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر
87	اعتراض نمبر ۸۲	79	حد کی چھوٹ
87	فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف	80	اعتراض نمبر ۷۴
87	اعتراض نمبر ۸۳		سوئے ہوئے مرد سے عورت
	عورت کی رضامندی سے	80	زنا کرے تو حد کی چھوٹ
87	زنا کی حد معاف	81	اعتراض نمبر ۷۵
88	اعتراض نمبر ۸۴	81	مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ
	شراب کی بدبو چلی جانے سے	81	اعتراض نمبر ۷۶
88	حد کی چھوٹ		عورت اور بچے سے غیر وضع
89	اعتراض نمبر ۸۵	81	فطری عمل
89	شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ	82	اعتراض نمبر ۷۷
90	اعتراض نمبر ۸۶		آزاد عورت کو خریدے پھر اس
90	شراب کا سرکہ بنانا جائز	82	سے زنا کرے تو حد نہیں
92	اعتراض نمبر ۸۷	83	اعتراض نمبر ۷۸
92	شراب کھانے پر حد کی چھوٹ	83	تجھنی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں
92	اعتراض نمبر ۸۸	84	اعتراض نمبر ۷۹
92	شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں		مالک کہے میں نے لونڈی نہیں
93	اعتراض نمبر ۸۹	84	بچی تب بھی حد نہیں
	چوری کے اقرار سے منحرف کرنا	84	اعتراض نمبر ۸۰
95	مستحب ہے	84	بادشاہ زنا کر لے تو اس پر حد نہیں



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
117	اعتراض نمبر ۹۸	9۴	اعتراض نمبر ۹۰
	مسلمان و کافر کے قصاص میں	96	حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے
117	قتل کرنا جائز نہیں	9	اعتراض نمبر ۹۱
118	اعتراض نمبر ۹۹		اقرار کے بعد بھاگ جائے
	عدالت سے بھاگنے والے چور	97	تو تعاقب ختم
118	پر حد نہیں	98	اعتراض نمبر ۹۲
120	اعتراض نمبر ۱۰۰		دس درہم سے کم کی چوری پر
	پیشاب کے ساتھ بھی قرآن	98	ہاتھ کاٹنا
120	لکھنا جائز ہے	103	اعتراض نمبر ۹۳
			جھوٹی گواہی پر قاضی کے
		103	فیصلہ کا حکم
		104	اعتراض نمبر ۹۴
		104	جھوٹی شہادت پر طلاق
		106	اعتراض نمبر ۹۵
		106	سور کے بال قابل استعمال ہیں
		114	اعتراض نمبر ۹۶
			خون کے ساتھ قرآن مجید
		114	لکھنا جائز ہے
		117	اعتراض نمبر ۹۷
			مردار کی کھال پر قرآن
		117	لکھنا جائز ہے



## عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَعْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ  
ناظرین کرام! غیر مقلدین کی طرف سے آئے دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے  
خلاف کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل سارا زور علمائے دیوبند (جو کہ یکے اہل سنت  
وجماعت حنفی ہیں) کے خلاف لگ رہا ہے۔ اور علمائے دیوبند کی کھلے لفظوں تکفیر کی جارہی  
ہے۔ دیکھیے مولانا زبیر علی زئی مدظلہ اور پروفیسر سید طالب الرحمن شاہ صاحب مدظلہ کی  
کتابیں۔ پروفیسر صاحب نے تو ابھی حال ہی میں ایک نئی کتاب شائع کی ہے ”کیا فقہ حنفی  
قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟“ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں  
جو فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں ہیں۔ فقہ حنفی کی بعض مشہور کتابوں مثلاً ہدایہ، درمختار، فتاویٰ  
عالمگیری کے خلاف تو مستقل رسالے شائع کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف فتاویٰ  
عالمگیری کے خلاف مستقل لکھی جانے والی کتابیں یہ ہیں:

(۱) کیا فتاویٰ عالمگیری قابل عمل ضابطہ ہے

اس کے مرتب پروفیسر رفیع اللہ شہاب ہیں اس کا جواب مولانا احسان الحق صاحب  
نے دیا ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیر اور فتاویٰ حدیث

اس کے مرتب قاری سیف اللہ عادل، سابق خطیب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ ہیں  
اور جمعیت رفقائے اہل حدیث پاکستان نے اسے شائع کیا تھا۔ اس کا جواب بھی مولانا  
احسان الحق صاحب فیصل آبادی نے ہی لکھا تھا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف خواجہ محمد قاسم صاحب ہیں۔ اس کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزر رہا۔



### (۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف غیر مقلدین کی جماعت کے مفتی اور چینیانوالی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ خان عقیف مدظلہ ہیں اور ناشر مکتبہ عزیز یہ جامع مسجد قدس رحمان گلی ۵ چوک دانگراں لاہور ہے۔ کتاب ۲۳ × ۳۶/۱۶ سائز کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ہمارے جواب سے پہلے اس کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔

مفتی صاحب کا یہ رسالہ ہمارے ایک دوست خالد صاحب نے لا کر دیا اور کہا کہ مجھے ایک غیر مقلد دوست نے پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں اور پھر اس کا جواب لکھ دیں۔ احقر نے رسالہ کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ خواجہ محمد قاسم صاحب، قاری سیف اللہ صاحب اور رفیع اللہ شہاب رحمہ اللہ وغیرہ کے مسائل ملتے جلتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب کی کتاب بڑی ہے اور مسائل بھی اس میں زیادہ ہیں۔ اور غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیے احقر نے اس کے بعض مسائل کا جواب لکھ دیا ہے۔ جن مسائل کا ہم نے جواب دیا ہے وہ وہ مسائل ہیں جو اکثر غیر مقلدین کی دیگر کتابوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ناظرین ان مسائل کا جواب پڑھ کر باقی مسائل کو ان پر قیاس بھی کر لیں۔ مفتی صاحب نے ظفر المسین اور خاص کر حقیقۃ الفقہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تقابل کر کے دیکھ لیں۔

اگر رسالہ میں کوئی غلطی ہو تو ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں صحیح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو قرآن و سنت کا عامل بنائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

سید مشتاق علی

22-4-2011

بروز جمعہ المبارک



اعتراض نمبر ۱:

## سر کے مسح کا انکار

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ: ۶)

”مسلمانوں جب نماز کو آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو۔“

اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْعَمَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ زَيْدَ جَلَّ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَشْرَّ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ الْخ.

(صحیح بخاری، باب مسح الرأس كله، ج ۱ ص ۳۱)

”ایک شخص نے عبد اللہ بن زید سے پوچھا کیا تم مجھ کو بتلا سکتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کیوں وضو کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ نے کہا ہاں پھر انہوں نے پانی منگوایا پھر اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دو بار دھویا پھر تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی۔ پھر اپنا منہ تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دونوں کہنیوں تک دھویا پھر دونوں سے اپنے سر پر مسح کیا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔“

وإذا غسل الرأس مع الوجه أجزاءً عن المسح

(ص ۶ ج ۱، مکتبہ جدیدہ طوخی روڈ کوئٹہ)



”اور اگر سرمنہ کے ساتھ دھوا یا تو مسح قائم مقام ہو جائے گا۔“  
(فتاویٰ ہندیہ اردو ترجمہ فتاویٰ عالمگیری یہ س ۷، طبع شیخ الاسلام غلام علی اینڈ سنز، لاہور)  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

جواب۔

مفتی صاحب نے اپنے خیال میں فتاویٰ عالمگیری کے مسئلے کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن اور حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم الگ سے موجود ہے۔ جب کہ فتاویٰ عالمگیری میں سر کا الگ مسح کرنے کی بجائے منہ کے ساتھ ہی سر دھونے کا حکم ہے۔ مفتی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خفیوں کے مذہب میں الگ سے سر کا مسح کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

ناظرین کرام! مفتی صاحب نے یہاں پر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم پہلے خفی مسلک میں سر کے مسح کا حکم بیان کریں گے پھر عالمگیری کی عبارت کا صحیح مفہوم عرض کریں گے۔  
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب خفی رحمہ اللہ سورۃ مائدہ کی اسی آیت (جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پردوں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۶۵، نماز مسنون ص ۴۲)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی خفی وضو کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ تین اعضاء کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا۔ یعنی (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ بیچ کہیوں کے دھونے (۳) دونوں پاؤں بیچ ٹخنوں کے دھونے



(۴) سر کا مسح کرنا۔ (نماز مسنون کلاں ص ۷۱)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سوال: وضو میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض ہیں۔

① پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ دھونا ② دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ③ چوتھائی سر کا مسح کرنا ④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۲۵ تاج کمپنی وضو کا بیان)

مفتی محمد عید اللہ خان عقیف غیر مقلد نے جو حدیث تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے۔ اس پر احناف کا عمل ہے نہ کہ وہ احناف کے خلاف ہے۔ دیکھیے ہمارے حنفی عالم نے اس کو اپنی نماز کی کتاب (نماز مسنون کلاں ص ۸۰) پر نقل کیا ہے۔

حدیث نقل کرنے میں مفتی صاحب کی خیانت:

مفتی صاحب نے مسح رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ سے آگے کے الفاظ نقل نہیں کیے کیوں کہ وہ مفتی صاحب کے خلاف تھے اس میں گردن پر مسح کا ذکر تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ بَدَاً بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ الْخ))

”سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں

واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔“

ناظرین یہ فریق مخالف کے مفتیوں کا حال ہے جس مسئلہ کو حنفی فرض کہیں اور اپنی ہر نماز کی کتاب میں ذکر کریں۔ اس کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر کے مسح کو فرض کہا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد نمبر ۱ کتاب الطہارۃ باب اول وضو کے بیان میں ص ۲ میں پہلے وہی آیت سورہ مائدہ کی نقل کی ہے جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھا ہے وضو میں چار فرض ہیں۔ پھر ہر فرض کی



سرخی قائم کی ہے۔ پہلا فرض صفحہ ۲ پر، دوسری فرض کی سرخی ص ۳ پر، تیسرا فرض وضو کا صفحہ ۴ پر، چوتھا فرض وضو کا سر کا مسح کرنا ہے ص ۵، سطر ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

عالمگیری کی یہ عبارت مفتی صاحب کو نظر نہ آئی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے جو عبارت عالمگیری کی نقل کی ہے وہ بھی مکمل نقل نہیں کی۔ اس کے آگے لکھا ہے لیکن مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۶ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور میں مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر سر کو منہ کے ساتھ دھولیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے جس بات کو خود حنفی مکروہ کہیں مفتی صاحب اس کو خفیوں کا مذہب بتائیں کیسی غلط بات ہے۔  
اعتراض نمبر ۲:

### کھجور کے شیرہ سے وضو جائز ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے تو تیمم کر لینا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے۔  
﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (سورة النساء: ۴۳)

”پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو، منہ اور ہاتھوں کو مٹی مل لیا کرو۔ بے شک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔“

اور اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی یہ کہیں نہیں آتا کہ پانی نہ ملنے پر نبیذ سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے۔ تاہم مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔

اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ يتوضأ بنبيذ التمر ولا يتيمم

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱ ج ۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ نبیذ تمر یعنی ۱۔ پانی سے جس میں چھوہارے بھگوئے



گئے ہوں وضو کرے اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہ کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۳۷)  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲)

اعتراض نمبر ۳:

**نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے؟**

نبیذ تمر کو خالص پانی نہ ہی تاہم ہے تو پاک مگر فتاویٰ عالمگیری میں شراب کے ساتھ بھی وضو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسی فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱۰ ج ۵ میں شراب کو پیشاب اور خون کی طرح نجاست مغلظہ (سخت پلید) کہا ہے اصل الفاظ یہ ہیں

ہی نجاسة غلیظة كالبول والدم (ص ۴۱۰ ج ۵)

”شراب کو پیشاب کی طرح پلید کہنے کے باوجود یہاں یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

وان طبع ادنی طبعه یجوز الوضوء به حلوا کان او مرأ او مسکراً  
وهو الاصح کذا فی المعنی. (ص ۲۲ ج ۱)

”(نبیذ) اگر تھوڑا سا پکایا جاوے تو اس سے وضو جائز ہے خواہ میٹھا ہو خواہ تلخ ہو، خواہ نشہ لانے والا ہو اور یہی اصح ہے یہ عینی میں ہے۔“ (فتاویٰ ہندیہ ص ۳۸)

گزارش: پیشاب سے وضو جائز تو کیا ہوگا اس کا تصور بھی عام مسلمان کے لیے تکلیف دہ ہے اور فتاویٰ عالمگیری شراب کو پیشاب کی طرح پلید بھی کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی اس سے وضو بھی جائز قرار دے رہا ہے اس کھلے تضاد کا ہمارے کرم فرماؤں کے پاس اگر کوئی حل ہو تو ہم ایسے ہیچ میرزا اور کم علموں کو ضرور مستفید فرمادیں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعظم کی یہ روایت مفتی بہ نہیں خود فقہاء عظام نے تصریح کی ہے امام اعظم رحمہ اللہ کی



صحیح اور مفتی بہ روایت یہ ہے کہ نہ اس کا پینا جائز ہے اور نہ ہی اس سے وضو درست ہے۔

خود صاحب ہدایہ نے ص ۳۰ میں اس کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

قال ابو يوسف تيمم ولا يتوضأ به وهو رواية عن ابي حنيفة. (ہدایہ)  
 ”امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے تیمم کرے اور یہ روایت ابو حنیفہ سے ہے۔“

بلکہ امام اعظم کا یہی آخری قول ہے۔

چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ جلد اول ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

روى عنه نوح ابن ابي مریم واسد بن عمر والحسن انه تيمم ولا يتوضأ به. قال قاضي خان وهو الصحيح وهو قوله الاخير وقد رجع إليه.  
 ”نوح بن ابی مریم۔ اسد بن عمر اور حسن نے امام اعظم سے روایت کیا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے، تیمم کرے، قاضی خان نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور امام صاحب کا یہ آخری قول ہے۔ امام اعظم نے اس کی طرف رجوع فرمایا۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری، پارہ اول ص ۷۶ میں لکھتے ہیں:

ذكر قاضي خان ان ابا حنيفة رجع إلى هذا القول  
 ”قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہونے کی طرف رجوع کیا۔“

پس وہ مسئلہ جس سے امام صاحب نے رجوع فرمایا۔ فقہاء نے جس کو مفتی بہ قرار نہیں دیا اس کو ذکر کر کے اناؤں پر اعتراض کرنا محض عوام کا لالہ انعام کو مظاہرہ میں ڈالنا ہے۔

اعتراض نمبر ۴، ۵، ۶:

### فصل جنابت کی چھوٹ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا



جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَّذَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (بخاری ج ۱ ص ۴۳)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد

عورت کے چاروں کونوں کے بیچ بیٹھے پھر اس پر زور لگائے تو غسل واجب ہو گیا۔“

اس صحیح حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ جب آدمی عورت کے چاروں کونوں کے

درمیان بیٹھ کر زور لگاتا ہے تو انزال ہو یا نہ ہو غسل بہر حال واجب ہو جاتا ہے۔ مگر فتاویٰ

عالمگیری میں اس صحیح حدیث کے انکار میں یوں فتویٰ ہے:

والایلاج فی البہیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التی لا یجامع مثلھا لا یوجب

الغسل بدون الانزال ہکذا فی المحيط. (ص ۱۵ ج ۱)

”اگر چوپائے جانور کے دخول (آلہ تناسل اس کی شرم گاہ میں داخل) کرے یا

مردے کے یا ایسی چھوٹی لڑکی کے جس کے مثل کی لڑکیوں کے ساتھ مجامعت (جماع)

نہیں کیا کرتے تو بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوگا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس عبارت میں تین مسائل ذکر ہوئے ہیں ہم یہاں پر تینوں کو الگ الگ کر کے

بیان کرتے ہیں تاکہ عوام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض نمبر ۴ کا جزء یہ ہے جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو

غسل لازم نہیں ہوگا۔

جواب اعتراض نمبر ۴:

مفتی صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں تو ان تینوں مسائل کا ذکر تک نہیں۔

مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث

لکھے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے بغیر انزال بھی غسل فرض



ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے کو بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کہا؟ کہ بوجہ فقدان دلیل وجوب غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ”احوط“ فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی، پانی سے ہے یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو نسخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کو نسخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کسی منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے جیسا کہ حدیث مسلم سے ظاہر ہے لیکن خروج منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے۔ حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوث حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادتاً مشتہی ہو جب کہ عروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سبب ناقص ہوئی۔ خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہو تو بدون انزال کمال لذت نہیں۔ اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ حضرت فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیئے۔ ہم ان پر الناطعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟



ایک شبہ

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعی کرنا جائز ہے اور اس کی کوئی سزا نہیں۔ معاذ اللہ۔ فقہاء ہندیہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔ وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

جزء دوم، اعتراض ۵:

اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعی کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس مسئلہ کے برخلاف اگر مفتی صاحب کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں۔

یہاں بھی خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتبہ نہیں۔ اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

جزء سوم، اعتراض ۶:

اسی طرح نابالغ لڑکی سے جماع کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اسی عبات کے آگے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں داہیں ایک نہ ہو جاویں تو وہ مجامعت کے قابل ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)



جب مجامعت کے قابل ہوگی تو غسل بھی واجب ہوگا۔ مفتی صاحب نے یہ آگے کی عبارت نقل نہیں کی جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو رہی تھی۔  
اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:  
والصحيح انه اذا امكن الايلاج في محل الجماع من الصغيرة ولم  
يفضها فهي ممن تجامع فيجب الغسل.  
بحر الرائق ج ۱ ص ۶۰ میں ہے:

وقد حكى عن السراج الوهاج خلافا لو وطى الصغيرة التي لا تشتهى  
فمنهم من قال يجب مطلقاً ومن عم من قال لا يجب مطلقاً والصحيح انه  
إذا امكن الايلاج في محل الجماع من الصغيرة ولم يفضها فهي ممن  
تجامع فيجب الغسل.

مراقی الفلاح حاشیہ نور الایضاح میں ہے:  
ويلزم بوطى صغيرة لا تشتهى ولم يفضها لانها صارت ممن تجامع  
في الصحيح.

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

هذا وهو الصحيح

یعنی صغیرہ غیر مشتبہہ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں  
راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔  
ناظرین جس مسئلہ کو فقہاء صحیح فرمائیں اس کا ذکر مفتی صاحب نے نہیں کیا، کیا یہ ہی

انصاف ہے۔



اعتراض نمبر ۷:

### عضو پر کپڑا پیٹ کر دخول پر غسل نہیں

ولو لف علی ذکرہ خرقة واولج ولم ينزل ..... وقال بعضهم لا يجب. (ص ۱۵ ج ۱)

”اگر اپنے عضو پر کپڑا پیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو ..... تو بعضوں نے کہا (ہے) کہ (غسل واجب) نہیں ہوگا۔“

عرض کیا یہ فتویٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح کے خلاف نہیں بینا تو جروا  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶)

جواب:

مفتی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے ہم پہلے پوری عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اصل مسئلہ کی وضاحت کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”اگر اپنے عضو پر کپڑا پیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعضوں کا قول اور وہی اصح بھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا۔ اور ایسا نہ ہو تو واجب نہ ہوگا۔ اور زیادہ احتیاط کا حکم یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔“ (فتاویٰ عالمگیری اردو ج ۱ ص ۲۲)

ناظرین فتاویٰ عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ غسل واجب ہوگا۔ اور خفیوں کا مذہب بھی یہی ہے۔

در مختار میں ہے: (اولج حشفة) او قدرها (ملفوفة بخرقة ان وجد للذة)  
الجماع (وجب) الغسل (والا لا) علی الاصح والا حوط الوجوب.

(در مختار ص ۱۱۱ ج ۱ عربی)



یعنی حشفہ اور اس کی مقدار کپڑا پیٹ کر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل فرض ہو گیا۔ (کیوں کہ حدیث پاک میں ہے اذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل (رد المحتار)

یعنی جب دونوں ختنے کے مقام چھو جائیں اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔ اس صورت میں حشفہ بھی غائب ہو گیا اور لذت کے احساس کی وجہ سے شرم گاہیں بھی چھو گئیں تو غسل فرض ہو گیا)

اور اگر حشفہ تو غائب ہو مگر کپڑے کی موٹائی کی وجہ سے لذت محسوس نہ ہوئی تو شرم گاہوں کا لمس نہ پایا گیا، اس لیے کہ حدیث کی دونوں شرطوں میں سے ایک شرط نہ پائی جانے سے علی الاصح یعنی صحیح مذہب پر غسل واجب نہیں ہونا چاہیے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک شرط کی وجہ سے واجب ہی کہا جائے پس غسل واجب ہوگا۔  
فقہ حنفی کا صحیح مسئلہ یہ ہوا کہ ایسی حالت میں غسل واجب ہوگا۔

غیر مقلدین کا مذہب:

علامہ وحید الزماں تحریر فرماتے ہیں:

ولو لف الحشفة بخرقه ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغسل والا

لا. (نزل الابرام ص ۲۴ ج ۱)

”اگر حشفہ پر کپڑا پیٹا پھر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل کرے ورنہ نہیں۔“

اعتراض نمبر ۸:

شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا

قال محمد رحمه الله تعالى في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا

فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا اثنان انها طارعه قال ابو حنيفة رحمه الله



(ص ۱۵۳ ج ۲)

”اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶ مسئلہ نمبر ۱۶۵)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کو مطاوعت کی ہے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی۔ یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔“ (ج ۳ ص ۳۴۴)

قارئین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے۔

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضا مندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور یہ تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳) اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں۔ ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ اگر عورت رضا مند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضا مندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضا مند تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جاسکتی۔



## دباغت دینے سے کھال پاک ہو جاتی ہے

كل اهاب دبع دباغة..... حکمة بالترتيب والتمشيمس والا لقاء في  
الريح فقد طهر وجازت الصلوة فيه والوضوء منه الا جلد الأدمى والخنزير  
هكذا في الزاھدی. (ص ۲۵ ج ۱)

”جس چمڑے کی حکمی دباغت کی جائے یعنی مٹی لگا کر یا دھوپ میں سوکھا کر یا ہوا میں  
ڈال کر تو پاک ہو جاوے تو اس پر نماز اور وضو اس کے ڈول سے جائز ہوگا مگر آدمی اور سور  
کے چمڑے کا یہ حکم نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہے۔“  
اس عبارت سے درج ذیل مسائل نکلتے ہیں۔

۲۰۔ مثلاً کتے کی کھال رنگنے کی بجائے مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر  
نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کے لوٹے میں وضو کرنا بھی جائز ہے۔

۲۱۔ مٹی میں رگیدنے کے بجائے اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی  
ہے اور اس کے لوٹے اور مصلے بنانا جائز ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔ مٹی میں رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے صرف ہوا میں خشک کر  
لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے اور مصلے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔

۲۳۔ اس طرح اگر ریچھ کی کھال مٹی میں رگید لی جائے تو پاک ہو جاتی ہے اس کا لوٹا  
اور مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۴۔ اگر مٹی میں رگیدنے کے بجائے دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو  
جاتی ہے تو بھی پاک قرار پاتی ہے بلکہ اس کھال کے لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۶۔ بھیڑیے کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ اس  
سے لوٹے مصلے بھی بنانے جائز ہو جاتے ہیں۔



- ۲۷۔ رگید نے کی جگہ اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔
- ۲۸۔ رگید نے اور دھوپ میں سوکھانے کے بجائے اگر صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔ لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔
- ۲۹۔ چیتے کی کھال کو بھی اگر مٹی میں رگید لیا جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور لوٹوں اور مصلوں کے قابل ہو جاتی ہے۔
- ۳۰۔ اور رگید نے کے علاوہ دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔
- ۳۱۔ اور اسی طرح رگید نے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے ہوا میں بھی خشک کر کے پاک کی جاسکتی ہے۔ لوٹے مصلے کے قابل !!
- ۳۲۔ شیر کی کھال بھی مٹی میں رگید نے سے پاک ہو جاتی ہے اور منش دھار کی دار پکے رنگوں والے لوٹے اور مصلے بھی بنانے جائز ہیں۔
- ۳۳۔ شیر کی کھال دھوپ میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔
- ۳۴۔ اسی طرح صرف ہوا میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔
- ۳۵۔ اسی طرح لومٹر کی کھال بھی مٹی میں لتھیرنے سے پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے مصلے کے قابل قرار پاتی ہے۔
- ۳۶۔ اسی طرح دھوپ میں سوکھانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔
- ۳۷۔ اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔
- ۳۸۔ اسی طرح بندر کی کھال بھی مٹی میں رگید لینے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ جائے نماز اور وضو کے برتن بنانے بھی اس کھال سے جائز ہو جاتے ہیں۔
- ۳۹۔ اسی طرح دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک قرار پاتی ہے۔
- ۴۰۔ بندر کی کھال ہوا میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔
- ۴۱۔ اسی طرح بلی کی کھال بھی مٹی میں رگید نے سے پاک ہو جاتی ہے۔
- ۴۲۔ اسی طرح دھوپ میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔



۴۳۔ اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔ اور اس سے فصلے اور لوٹے بنانے جائز ٹھہریں گے اور اسی طرح گیدڑ کی کھال بھی تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے۔

نتیجہ:

جب کتے اور دوسرے حرام جانوروں کی کھالیں تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اور وضو کے لیے ان کھالوں کا استعمال جائز ہے تو لامحالہ ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہوتی ہے۔ لہذا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ اس فتاویٰ کو بطور اسلامی قانون کے پاکستان میں نافذ کرنے سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو یا نہ ہو اور اسلامی نظام کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہوں یا نہ ہوں ہماری بلا سے تاہم معاشی مسائل بہت حد تک بڑی خوش اسلوبی سے بہر حال حل ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۱۲۹)

جواب:

ان ۴۳ اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم نے مسلم شریف (کتاب النجس) میں ایک باب قائم کیا ہے۔

((بَابُ طَهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالذَّبَاغِ))

”باب مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔“

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ

دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری

صدقہ میں دی وہ مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال

کیوں نہ لی دباغت کر کے کام میں لاتے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردار تھی۔



آپ ﷺ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

حدیث نمبر ۲:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کی ایک بی بی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک جانور پالا تھا وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی کھال کیوں نہ لی اس کو کام میں لاتے۔

حدیث نمبر ۳:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے۔ جب کھال پر دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے۔

حدیث نمبر ۴:

ابوالخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوتین (چڑے کی قیص یا کوٹ) پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا۔ انہوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (کیا اس کو نجس جانتے ہو؟) میں نے عبداللہ سے کہا کہ ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر اور آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کر کے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں ان میں چربی ڈال کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (یعنی چڑے پر جب دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)۔

حدیث نمبر ۵:

ابن وعلہ سہمی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کھاپی لو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دباغت سے



کھال پاک ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہم نے سرف مسلم شریف ہی کی پانچ روایات نقل کی ہیں۔ اس مسئلہ پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۶:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردار کا صرف گوشت (کھانا) حرام فرمایا ہے اور باقی کھال اور بال اور اون ان (کے استعمال) کا کچھ حرج نہیں ہے۔ (دارقطنی باب الدباغ)

حدیث نمبر ۷:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ (غلام آزاد) رسول اللہ ﷺ کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کہیں سفر کا ارادہ فرماتے تو گمر کے سب آدمیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی آخری بات چیت ہوتی اور جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو (سب سے) پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ ایک جنگ سے واپس تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ یا ٹاٹ لٹکایا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تشریف لا کر دیکھا تو گمر میں آپ ﷺ نہ آئے (یعنی جیسے آپ ﷺ کی عادت تھی) تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ آپ کو گمر میں تشریف لانے سے ان چیزوں نے روکا، دریافت کیا تو یہی معلوم ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ سے پردہ نکالا پھر دونوں صاحبزادوں سے اس زیور کو بھی اتار لیا اور کاٹ کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ دونوں کے دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس روتے ہوئے چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے لے کر فرمایا اے ثوبان یہ جا کر فلاں گمر والوں کو دے آؤ کوئی تھے مدینے میں پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل



بیت ہیں (یعنی فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم) میں برا جانتا ہوں کہ یہ اپنے مزے دنیا ہی میں لوٹ لیں، اے ثوبان فاطمہ کے لیے ایک ہار پٹھوں کا خرید لے اور دو کنگن ہاتھی دانت کے۔ (ابو داؤد، باب فی الانتفاع بالعاج، کتاب الترجل)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی دانت پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ بخاری میں ہے کہ علمائے سلف اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے۔

(ابو داؤد مترجم جلد سوم ص ۲۹۸ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردار کی ہڈی پاک ہے۔

حدیث نمبر ۸:

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہماری ایک بکری مر گئی۔ تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا پھر ہم اس میں ہمیشہ بیذیناتے۔ حتیٰ کہ وہ پرانی ہو گئی۔

(نسائی باب جلود الميتة)

حدیث نمبر ۹:

سلمہ بن محقق سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں ایک عورت سے، پانی منگوایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میرے پاس پانی تو مردہ جانور کی مشک میں بھرا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اس کی دباغت کی تھی؟ اس عورت نے عرض کیا ہاں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو یہ دباغت سے پاک ہو گئی۔ (نسائی باب جلود الميتة) یہ نواحدیث ہم نے نقل کی ہیں جن میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ ہر قسم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

ایک مسئلہ کی وضاحت:

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ دباغت کس کس چیز کے ساتھ دی جاسکتی ہے اور اس کا



طریقہ کیا ہے۔

اس کا عام فہم اور آسان جواب یہ ہے کہ جس چیز سے بھی دباغت حاصل ہو جائے اس سے دباغت دینا درست ہے اور جس طرح آسانی ہو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اصل چیز دباغت دینا ہے۔

احادیث میں بعض اشیاء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ امام نسائی نے ایک باب باندھا ہے (مَا يُدْبَغُ بِهِ جُلُودُ الْمَيْتَةِ) مردار کی کھال کو کس چیز سے پاک کیا جائے۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے قریش کے بعض لوگ لکے اور وہ ایک بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کی کھال اتار لیتے تو اچھا ہوتا۔ انہوں نے عرض کیا یہ مردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے پانی اور قرظ پاک و صاف کر دیتا ہے۔

نوٹ: قرظ ایک گھاس یا چھال ہے جس سے چمڑا کو دباغت دیتے ہیں۔

(نسائی باب ما يدبغ به جلود الميتة)

حدیث نمبر ۱۱:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ

اور حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری، باب ما يقع من النجاسات في السمن والماء، کتاب

الوضوء الطهارة)

حدیث نمبر ۱۲:

حماد سے روایت ہے کہ مردار کی اون گرنے سے کوئی حرج نہیں لیکن اس کو دھویا



جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۶)

حدیث نمبر ۱۳:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوُ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ أَكْرَحْتُ نَاسًا مِنْ  
سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْشِطُونَ بِهَا وَيَدَّهِنُونَ فِيهَا لَا يَرَوْنَ بِ. نَاسًا

اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا میں نے متقدمین علماء کو پایا  
وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے  
تھے۔ (بخاری، کتاب الوضوء الطہارۃ، باب ما يقع من النجاسات)

حدیث نمبر ۱۴:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَابْرَاهِيمُ وَلَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں  
ہے۔ (بخاری، باب ما يقع من النجاسات، مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۱)

حدیث نمبر ۱۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مشکیزہ  
سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ مردار جانور کا ہے۔ آپ ﷺ نے  
فرمایا کہ اس کو دباغت دینے سے اس کی گندگی، نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۶۰ رقم ۱۱۳، باب البرخصة في الوضوء من

الماء يكون في جلود الميتة اذا دغت. والمستدرک علی الصحیحین ج ۱

ص ۲۶۵ حدیث نمبر ۵۷۴۔ والسنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱/۱، حدیث نمبر ۵۱ و جلد

مبر ص ۱۱۰، حدیث نمبر ۵۳۳۔ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۳۷ حدیث نمبر ۲۱۱۷)



شرعی طریق سے ذبح کیا جائے تو گو اس میں حلت نہیں ہوتی مگر دوسرا وصف جو پاکی ہے، رطوبت نجسہ کے دور ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے اس بنا پر جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا ان کے چمڑے ذبح کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ذبح کرنا اس کو میتہ کرنا نہیں ہے تا کہ اس پر نجس ہونے کا حکم لگایا جائے۔  
آنحضرت ﷺ نے مردار کے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد پاک فرمایا ہے اور اس کے واسطے طہارت کا حکم دیا ہے۔

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طہور کل ادیہ دباغہ  
إسناد حسن کلہم ثقات (دارقطنی ص ۱۸ ج ۱)

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذکاة المیتة دباغہا  
(دارقطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

وقال دباغہا ذکاة لہ. (دارقطنی ص ۱۷ ج ۱)

حدیث:

الا دبغموہ فانہ ذکاة لہ. (دارقطنی ص ۱۷ ج ۱)

آنحضرت ﷺ نے ان روایات میں دباغت اور زکوٰۃ کو جس کو ذبح بھی کہتے ہیں اور طہارت بھی ایک فرمایا ہوا ہے جو فائدہ ذبح کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہی دباغت سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح دباغت کے ذریعہ سے اجزاء نجس اور رطوبات زائل ہو جاتے ہیں، اسی طرح ذبح کرنے سے نجس اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے ذبیحہ کی طہارت میں جو نجس



## ذبح سے پاک ہونا

وما طهر جلدہ بالدباغ طهر جلدہ بالزکاة و کذا لک جمیع اجزائہ  
تطهر بالزکاة الا الدم وهو الصحيح من المذاهب کذا فی المحيط

(ص ۴۳ ج ۱)

”اور جس (جانور) کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اس کا چمڑا ذبح سے بھی  
پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔“

وضاحت:

یعنی کتا پکڑا اسے ذبح کیا بس اس کے خون کے سوا کھال سمیت اس کے تمام اجزا  
پاک ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۱-۱۲)

جہاب:

شریعت نے پاک ہونے کے لیے دو قاعدے بیان کیے ہیں ایک چمڑے کو دباغت  
کیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے چنانچہ اس کی بحث گزر چکی دوسرا قاعدہ پاک ہونے کے  
واسطے ذبح کرنا ہے۔ اگر بکری، اونٹ، گائے، بیل، بھینر، دنبہ، ہرن وغیرہ کو شریعت کے  
قاعدہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو پاک بھی ہو جاتا ہے اور حلال بھی ہوتا ہے۔ اس کے  
پاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جو رطوبت نجسہ اور دم مسفوح (بہنے والا خون) ناپاک  
ہے، ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے جو قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ الا ما ذکرتہ  
تمہارے لیے وہ جانور حلال و پاک ہیں جن کو تم شرعی قاعدے سے ذبح کرو۔

چونکہ جانور دو قسم کے ہیں ایک حلال، دوسرے حرام۔ اسی طرح ایک حلت ہے اور  
ایک طہارت اور ایک حرمت اور ایک نجاست۔ اگر کسی حلال جانور کو شریعت کے قاعدے  
سے ذبح نہ کیا جائے تو وہ حرام اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی حرام جانور کو کسی



امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

البحث عما لا يوجد فيه نص على قسمين أحدهما أن يبحث عن دخوله في دلالة النص على اختلاف وجوها فهذا مطلوب لا مكروه بل ربما كان فرضاً على من تعين عليه من المجتهدين.

(نیل الاوطار ص ۳۲۲ ج ۸)

اعتراض نمبر ۳۴:

### کتا نجس عین نہیں

والصحيح ان الكلب ليس بنجس العين فلا يفسد لماء ما لم يدخل فاه هكذا في التبيين. (ص ۱۹)

اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں جب تک اس کا منہ (پانی میں) داخل نہ ہوا ہو پانی نجس نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ (ص ۳۲ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۳)

جواب:

کتے کے نجس العین ہونے پر کوئی دلیل نہیں اگر ہے تو پیش کرو زمانہ نبوی میں کتے برابر مسجد نبوی میں آتے جاتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی کتوں کو مسجد سے روکا، اور نہ ان کی آمد و رفت کی جگہ کبھی دھلوائی اور صاف کرائی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كانت الكلاب تقبل وتدبر في المسجد في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يرشون شيئاً من ذلك.

تنبیہ:

کتے کے نجس العین نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ زندہ کتا نجس نہیں ہے اور اس کی کھال



العین نہ ہو بنا بر روایات مذکورہ کے کوئی شک نہیں کیوں کہ دونوں دباغت اور ذبح جب ازالہ رطوبات نجسہ میں شریک ہیں تو طہارت میں بھی شریک ہوں گے تفریق بغیر دلیل تحکم پر مبنی ہے۔

غیر مقلدین سے سوال:

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اگر اون کو بسم اللہ کہہ کر شرعی طریق سے کوئی ذبح کر دے تو مفتی صاحب فرمائیے کہ وہ ناپاک رہیں گے یا پاک ہو جائیں گے۔ اگر صورت اول ہے تو اس کے لیے کوئی صریح صحیح حدیث پیش کریں کہ وہ ناپاک ہی رہتے ہیں۔ اگر پاک ہو جاتے ہیں تو آپ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کے واسطے حدیث صحیح پیش کریں اور پھر وہی ہماری دلیل ہوگی اور آپ کا شور و غل مچانا بے کار ہوگا۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ میں نہ ڈالے گا کہ یہ لوگ پاک کہتے ہیں تو حلال می ہونا چاہیے۔ حلال ہونا اور چیز ہے اور پاک ہونا اور شے ہے۔ دونوں میں فرق ہے ایک چیز شرع سے پاک ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔

پھر حنفیہ مطلقاً ذبح کو طہارت نہیں کہتے بلکہ اس کے لیے صحیح قول کی بنا پر ذبح شرعی کی شرط لگائی ہوئی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لے جو محل ذبح ہے اسی پر فعل ذبح واقع ہوا اگر ان میں سے ایک امر بھی مفقود ہوگا تو طہارت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح محققین حنفیہ نے تصریح کی ہے اس ذبح سے فقط چمڑا اس کا پاک ہوتا ہے باقی اور اجزا جن میں حیات حلول کیے ہے پاک نہیں ہوتے لیکن اول رانج ہے ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی تصریح ہے کہ جو جانور نجس العین ہیں وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتے اسی طرح یہ بھی مصرح ہے کہ جن کا چمڑا دباغت کو قبول نہیں کرتا وہ بھی ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتے۔



تعب ہے مفتی صاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں یہ اعتراض عالمگیری پر کر رہا ہوں یا رسول کریم ﷺ پر۔ فتاویٰ عالمگیری نے وہی کہا ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے پھر اگر یہ گندا مسئلہ ہے تو شرم کرو کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچی ہے؟

تمہارا مولوی وحید الزماں بڑا پکا غیر مقلد، تقلید کو برا کہنے والا، صحاح ستہ کا ترجمہ کرنے، قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والا اور فقہ محمدی لکھنے والا، کتے، درندے، بھڑیے تو ایک طرف خنزیر کے چمڑے کو بھی دباغت سے پاک لکھتا ہے۔

فقہاء رحمہم نے تو خنزیر کو مستثنیٰ کیا ہے مگر یہ حضرت تو اس کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے۔ چنانچہ نزل الا برار کے ص ۲۹ ج اول میں لکھتے ہیں:

ایما اہاب دبع فقد طهر ومثله المشانہ والکروش واستثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والادمی الصحیح عدم الاستثناء.

کہ جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مثانہ اور اجری میں بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں۔

جب آپ کے بڑے یہی مسئلہ لکھتے ہیں تو آپ خفیہ کو کیوں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ اپنے وحید الزماں پر اعتراض کیجیے۔ آپ یہی کہیں گے کہ ہم وحید الزماں کے مقلد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تم ان کے فتاویٰ پر بلا دلیل عمل کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کہو کہ نہیں تو بالکل غلط ہے۔ مولانا ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کے کئی ایسے فتاویٰ ہیں جن پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں لکھی مگر پوچھنے والوں نے ان کو مان لیا۔

کیا مولوی وحید الزماں، نواب صدیق حسن وغیرہ غلطی نہیں کر سکتے؟ تو کیا وجہ ہے کہ ان مسائل پر تو بلا تحقیق عمل کیا جائے اور ائمہ احناف کے مسائل پر تنقید ہی تنقید روار کی جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ لوگ برائے نام یہ مقلد ہیں۔



دباغت سے پاک ہو سکتی ہے۔ دیکھو شامی ج ۱ ص ۱۴۶، ہاں اس کا گوشت، خون، لعاب ناپاک ہیں۔ (شامی ص ۱۴۵ ج ۱)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس نہیں، معترض اتنا بے خبر ہے کہ نجس اور نجس العین میں فرق نہیں جانتا، بعض فقہاء پیچھے نے کتے کو نجس العین بھی لکھا ہے اور نجس العین نہ ہونے کی بھی روایت ہے۔ کتا نجس العین نہ سہی، نجس تو ہے۔ اس کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔

لو ہم تمہارے پیشواؤں سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ کتا کو پلید ہی نہیں سمجھتے۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

دم السمك طاهر و كذا الكلب و ريقه عند المحققين من اصحابنا  
(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۰)

”ہمارے محققین کے نزدیک مچھلی کا خون پاک ہے۔ اسی طرح کتا اور اس کا لعاب (بھی پاک ہے)۔

امام بخاری بھی ان محققین میں ہیں جو کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔ عرف الجادی کے ص ۱۰ میں تصریح ہے کہ کتے کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں، نواب صدیق حسن بھی بدور الاہلہ میں کتے کو پاک لکھتا ہے۔ تو یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے اپنے ہی گھر سے نکل آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لكون الكلب طاهر عندهم

”کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔“

امام شعرانی میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

ومن ذلك قول الامام الشافعي واحمد وابي حنيفة بنجاسة الكلب



مع قول الامام مالک بطہارۃ

”دوسرا قول وہ ہے جس کے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ قائل ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتا نجس ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس کے پاک ہونے کا مخالف ہے۔“  
حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۰ میں نقل کرتے ہیں:

و انما نساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه في طهارة  
سور الكلب

”یعنی امام بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تاکہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔“

کہیے جناب امام مالک اور امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے اور اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض و عناد ہے۔

اعتراض نمبر ۳۵:

صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اگر یہ دھلا ہوا بھی ہو

وبالحجر عليه غبارا ولم يكن بان كان مغسولا او امس مدقوقا او  
غير مدقوق كذا في قاضی خان. (ص ۲۷ ج ۱)

”اور پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو مثلاً دھلا ہوا ہو یا چکنا ہو خواہ پسا ہوا ہو یا بے پسا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

کیا تمہارے پاس کوئی حدیث ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ان اشیاء پر تیمم درست نہیں۔  
اگر ہے تو بیان کرو ورنہ اپنا استراض واپس لو۔

سنیے! ہدایہ شریف میں اس کی دلیل موجود ہے۔ یعنی



ان الصعيد اسم لوجه الارض

”سعيد مٹی ہی کو نہیں کہتے بلکہ صعيد روئے زمین کا نام ہے۔“

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لان الصعيد ليس التراب انما هو وجه الارض ترابا كان او صخرا

لاتراب عليه او غيره

”کیوں کہ صعيد مٹی نہیں بلکہ روئے زمین ہے، مٹی ہو یا پتھر جس پر مٹی نہ ہو یا اس کا

غیر ہو۔“

اور حدیث بخاری و مسلم میں آیا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا

”کہ میرے لیے جنس زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا۔“

ایک حدیث میں آیا ہے ”التراب طهور المسلم“

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

هذا الذي ذكره في الحقيقة استدلال لابي حنيفة ومحمد علي جواز

التيمم بجميع اجزاء الارض لان اللام فيها للجنس فلا يخرج شيء منها

وكان الارض كلها جعلت مسجدا وما جعل مسجدا هو الذي جعل طهورا

(عینی ج ۱ ص ۳۱۱)

”در حقیقت اس میں ابو حنیفہ و محمد کی دلیل ہے کہ زمین کے جمیع اجزاء کے ساتھ تیمم

جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ”لام“ جنس کے لیے ہے تو کوئی چیز اس لیے خارج نہ ہوگی اور

سب زمین مسجد بنائی گئی ہے تو جو مسجد بنائی گئی وہی پاک کرنے والی بنائی گئی۔“

تو اس سے تیمم بھی درست ہوا۔ کیوں کہ ریت، چونہ، پتھر اور گچ یہ سب چیزیں مسجد

ہیں اور ان پر نماز جائز ہے جن پر نماز پڑھنا جائز ہوا۔ تیمم کرنا بھی جائز ہے۔

نواب حسن صدیق بھوپالی روضۃ الندیہ کے ص ۷۹ میں لکھتے ہیں:



قال في القاموس والصعيد التراب او وجه الارض انتهى والثاني هو الظاهر من لفظ الصعيد لانه ما صعد اى علا وارتفع على وجه الارض وهذه الصفة لا تختص بالتراب ويؤيد ذلك حديث جعلت لى الارض مسجدا وطهورا.

”قاموس میں ہے کہ صعيد تراب ہے یا روئے زمین، اور دوسرا معنی لفظ صعيد سے ظاہر ہے۔ صعيد وہ ہے جو بلند ہو اور زمین کے اوپر ہو۔ اور یہ صفت یعنی روئے زمین پر ہونا، مٹی کے ساتھ مختص نہیں (کہ تیمم اسی کے ساتھ مختص ہو) اور حدیث جعلت لى الارض مسجدا و طهورا بھی اس کی تائید کرتی ہے۔“

عرف الجادی میں ہے:

تخصیص صعيد بتراب ممنوع است  
صعيد کی تخصیص مٹی سے کرنا صحیح نہیں

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے تیمم کے لیے صعيدا طيبا فرمایا ہے۔ صعيد روئے زمین کو کہتے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ مٹی نہیں ہوتی۔ ريگستان میں ریت ہے، پتھر ملی زمین میں پتھر ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جو جس زمین سے ہوگی اس پر تیمم جائز ہے۔ اس مسئلہ کو جس کا ماخذ قرآن و سنت ہے، خلاف عقل و نقل قرار دینا فرقہ غیر مقلدین کا خاصہ ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

ایک مثقال نجاست مغلظہ کی چھوٹ

وهی نوعان الاول المغلظة وعفی منه قدر الدرهم والصحيح ان يعتبر بالوزن في النجاسة المتجسدة وهو ان يكون وزنه قدر الدرهم الكبير المثقال. (ص ۴۵ ج ۱)



”نجس چیزیں دو قسم ہیں اول مغلطہ وہ بقدر درہم کے غنو (معاف) ہے اور درہم کے اعتبار میں روایتیں مختلف ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار نجاست ہو تو وزن کا اعتبار کریں اور وہ یہ ہے کہ وزن اس کا درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے۔ اور مثقال میں قیراط ہوتا ہے۔“ (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

بے شک فقہاء رحمہم اللہ نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں۔ خود فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔

در مختار میں ہے:

عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله (در مختار)  
 شارع نے قدر درہم معاف کیا ہے اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ جس کپڑے کو بقدر درہم نجاست لگی ہوگی۔ اس میں نماز پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا دھونا واجب اور نماز کا اعادہ واجب ہے۔

كما قال الشيخ عبدالحی لکهنوی فی عمدة الرعاية (ص ۱۵۰ ج ۱)

اشار الى ان العفو عنه بالنسبة الى صعة الصلوة به فلا ينافي الاثم.

”کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔“

اور یہ اجازت ہی اس صورت میں ہے کہ دھونے کے لیے پانی یا دوسرا پاک کپڑا نہ ملے۔ اگر پانی میسر ہے اور وقت کی گنجائش بھی ہے تو اسے دھولینا چاہیے۔

چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۱۳ میں ہے:



دخل في الصلوة فري في ثوبه نجاسة اقل من قدر الدرهم وكان في الوقت سعة فالا فضل ان يقطع او يغسل الثوب ويستقبلها في جماعة اخرى وان فاتت هذه ليكون مؤربا فرضه على الجواز بيقين فان كان علما للماء او لم يكن في الوقت سعة او لا يرجو جماعة اخرى مضى عليها وهو الصحيح.

”یعنی نماز شروع کی تو دیکھا کہ کپڑے میں قدر درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع کر کے کپڑا دھو ڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہو جائے۔ تاکہ اس کے فرض یقیناً ادا ہو جائیں اور اگر پانی نہیں یا وقت میں وسعت نہیں یا دوسری جماعت ملنے کی امید نہیں تو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

المراد عفا عن الفساد به والا فکراهة التحريم باقية اجماعا ان بلغت الدرهم ونزيتها ان لم تبلغ. (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۹۰)

”یعنی غصہ سے مراد ہے کہ نماز فاسد نہیں ورنہ کراہت تحریمی اجماعاً باقی رہتی ہے اگر درہم کو نجاست پہنچے اگر درہم سے کم ہو تو کراہت تنزیہی رہتی ہے۔“

معلوم ہوا کہ اگر بقدر درہم نجاست کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ جس کا اعادہ واجب اور کپڑے کا دھونا واجب ہے۔

پس دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ معترض ان تمام باتوں کو بھی لکھتا پھر اعتراض کرتا تاکہ ناظرین کو اصل مذہب کا پتہ لگ جاتا۔ مگر یہاں تو عوام کو صرف مغالطہ میں ڈال کر مذہب حنفی سے بیگانہ کرنا مقصود تھا۔ دیانت سے کیا کام؟ جب اصل مسئلہ معلوم کر چکے تو اس معافی کا ماخذ بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ یہ معافی فقہاء نے استنباء بالا حجار سے اخذ کی ہے کیوں کہ ظاہر ہے پھر ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مخفف اور منصف ہیں تو موضوع غلط کا نجس



ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے نماز کے لیے بقدر درہم معاف لکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں حدیث اذا استيقظ احدكم من منامه کے بعض فوائد میں سے لکھتے ہیں:

منها ان موضع الاستجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلوة. (نووی ص ۱۳۶)

”یعنی بعض فوائد میں سے یہ ہے کہ استجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔“

اسی طرح حافظ ابن حجر فتح الباری پارہ نمبر ۱ میں لکھتے ہیں ہدایہ شریف میں ہے:

قدرناه بقدر الدرهم اخذا عن موضع الاستجاء (ص ۵۸)

”کہ وہ قلیل نجاست جو کہ غفو ہے ہم نے اس کا اندازہ بقدر درہم رکھا اور اس کا ماخذ استجاء کی جگہ (کا معاف ہونا ہے)“

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في شرح المنية ان القليل عفوا جماعا اذا الاستجاء بالحجر كاف بالاجماع وهو لا يستامل النجاسة والتقدير بالدرهم مروي عن عمر و علي وابن مسعود وهو مما لا يعرف بالرأى فيحمل على السماع ۱۰ وفي الحلية التقدير بالدرهم وقع على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعي بقوله انهم استكروا ذكر المقاعد في مجالسهم فكنوا عنه بالدرهم وبعضه ما ذكره المشائخ عن عمرانه سئل عن القليل من النجاسة في الثوب فقال اذا كان مثل ظفري هذا بمنع جواز الصلوة قالوا وظفره كان قريبا من كفنا ۱۰. (شامی ص ۲۳۱ ج ۱)

”شرح منیہ میں کہا ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے



استنجاء کرنا بالاجماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ اور درہم کا اندازہ حضرت عمرو علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لیے سماع پر محمول ہوگا۔ اور حلیہ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایہ درہم سے تعبیر کیا۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے جو مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر سے جب قلیل نجاست کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جب میرے ناخن کے مثل ہو تو نماز کے جواز کو منع نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ناخن ہماری ہتھیلی (کے مقرر) کے برابر تھا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قدر درہم بھی صحابہ سے مروی ہے۔ ولہذا الحمد

اعتراض نمبر ۳۷:

### پلید انگلی چاٹنے سے پاک

اذا اصاب النجاسة بعض اعضاءه ولحسها بلسانہ حتی ذهب اثرها

یظہر۔ (ص ۴۵ ج ۱)

”اگر کسی عضو پر نجاست لگ جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔“ (ص ۸۳ ج ۱)

سبحان اللہ غذا کی غذا، لذت کی لذت، پاکی کی پاکی، مزامفت، مفت راچہ باید گفت۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۸:

### پلید چھری چاٹنے سے پاک

و کذا السکین اذا تنجس فلیحسہ بلسانہ او مسحہ بريقہ ہکذا فی

فتاویٰ قاضی خان۔ (ص ۴۵ ج ۱)

”اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک



اگا کر اس کو پونچھ لے تو پاک ہو جاوے گی۔“ (ص ۸۳ ج ۱)

بحان اللہ، ناشتے کا ناشتہ اور چھری بھی پاک اور مزارعت۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۹:

پلید کپڑا چاٹنے سے پاک

ولو لحس الثوب بلسانہ حتی ذهب الاثر فقد طهر. (ص ۴۵ ج ۱)

”اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو کی

جاوے گا۔“ (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶) چاٹنے

جواب:

ان تینوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین نے اپنی ناقص الفہمی کی بنا پر فتاویٰ عالمگیری کی عالمی حیثیت نہیں سمجھی نہ کہ یہ فتاویٰ بفضلہ تعالیٰ عالمی فتاویٰ ہے۔ اس میں وہ تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے

جو عالم اسلام میں عموماً یا خصوصاً پیش آتے رہتے ہیں یا آسکتے ہیں تاکہ مملکت اسلامیہ کے

قاضی صاحبان ان سے استفادہ کر کے ان سے نادر سے نادر واقعات و مقدمات، حل

دریافت کر سکیں۔ دنیائے عالم میں جہاں عاقل بالغ آباد ہیں وہاں پاگل اور بچے بھی رہتے

ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی کئی مسئلے جنم لیتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مسئلہ بھی اسی سلسلے کی ایک

کڑی ہے ہاتھ کی انگلی پر اگر پیشاب یا شراب یا خون لگ جائے تو انگلی کو اس نجاست

سے صاف کرنے کے لیے پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے مگر بچوں اور پاگلوں سے یہ امید نہیں

رکھی جاسکتی کہ وہ اس نجاست کو پانی سے ہی صاف کریں گے بلکہ یہاں ممکن ہے کہ بجائے

انگلی دھونے کے۔ چاٹ لیں۔ (العیاذ باللہ) اور چاٹنے کے بعد وہی انگلی کسی شخص کے

بھی



پانی میں ڈبودیں اور وہ شخص اسلامی عدالت میں اس نوعیت کا مقدمہ دائر کر دے کہ میں پچاس روپے کا پانی خرید کر مکے میں ڈالا تھا فلاں پاگل نے نجاست سے لبریز انگلی کو پہلے اچھی طرح چاٹا پھر اپنی انگلی میرے پانی میں ڈبودی جس سے پانی پلید اور بیکار ہو گیا۔ لہذا مجھے پاگل کے مال سے پانی کی قیمت دلائی جائے تو جس قاضی نے فتاویٰ عالمگیری کا مندرجہ بالا مسئلہ پڑھا ہو گا وہ یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دے گا کہ جب مدعی خود تسلیم کرتا ہے کہ پاگل نے پہلے انگلی سے نجاست کو چاٹ کر زائل کر دیا تھا پھر پانی میں ڈبودیا تھا تو پاگل کی انگلی کے سبب پانی پلید نہ ہوا کہ کیوں کہ جب انگلی پر سے نجاست زائل کر دی گئی تو نہ انگلی پلید رہی نہ پانی پلید ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نجاست کو چاٹنا جائز ہے۔ یا یہ کہ فقہ حنفی میں انگلی پاک کرنے کا یہی طریقہ ہے یہ نجس نہیں صرف مخالفین کی دماغی نجاست کا نتیجہ ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہاں تک نفاست پسندی فرمائی گئی ہے کہ جو حلال جانور نجاست کھاتا ہوا سے نہ کھائیں بلکہ کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے پھر جب اس کا گوشت نجاست کے اثر سے پاک ہو جائے تو ذبح کر کے کھائیں اونٹ چالیس دن تک باندھا جائے گا۔ گائے بیس دن تک، مرغی تین دن تک اور چڑیا ایک دن تک۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۸)

اعتراض نمبر ۴۰:

کتے کے بالوں کا ازار بند استعمال کریں

اذا جعلت التكة من شعر الكلب لا بأس به

اگر کتے کے بالوں سے ازار بند بنادیں تو مضائقہ نہیں۔ (ص ۴۸ ج ۱)

وضاحت:

یعنی ریشم اور سلک نہ سہی تو کتے کے بال ہی شاید نرم ہوتے ہوں گے؟ ملیں گے

بھی مفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۷)



جواب:

مفتی صاحب کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ نواب نور الحسن کی عرف الجاوی کے ایک مسئلہ سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ سور کے بالوں سے ازار بند بنانا جائز ہے اور تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب دباغت سے کھال پاک ہوگئی تو بال بھی تو کھال کے ساتھ ہی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کتے کے بالوں کو ناپاک یا حرام ثابت کرنے کی کوئی دلیل بیان کریں۔ جب حدیث میں آتا ہے ((اَيُّمَا اِهَابٍ ذُبِغَ فَقَدْ ظَهَرَ))

ترمذی ابواب اللباس اور مسلم باب طهارة جلود الميتة بالدباغ میں ہے ((اِذَا ذُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ ظَهَرَ))

اور مسلم ہی میں ہے فَقَالَ هَلَّا آخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَلَتَبَغْتُمُوهُ

اور بخاری کتاب الزکاة باب الصدقة على موالی میں ہے۔

قَالُوا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّهَا حَرَمٌ اَكَلَهَا

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور بال چمڑے کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے ورنہ حضور ﷺ تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ لو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا تو پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جو ہر انگلی جلد ص ۱۲ میں ہے

فهو اسم للجلد بشعره فدل على طهارة شعره ايضا لولا ذلك لقال

احلقوا شعره ثم انظروا به

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔



## تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال کرنا

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تکبیر تحریرہ یعنی اللہ اکبر کے ساتھ ہی اپنی نمازوں کا آغاز کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ پیش از پیش مروی ہیں۔ چند یہ ہیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے (انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا الخ) (صحیح بخاری ص ۱۰۱ ج ۱)

”کہ امام اس لیے بتایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔“

۲۔ رفاع بن رافع سے مرفوع حدیث ہے: (فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تتم صلوٰۃ لاحد من الناس حتی یوضأ فیضع الوضوء یعنی مواضعہ ثم یکبر ویحمد اللہ عز وجل.) (ابوداؤد مع عون المعبود ص ۳۲۰ ج ۱)

”پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی اس وقت تک نماز پوری ادا نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو کر کے اللہ اکبر کے ساتھ اپنی نماز شروع نہ کرے اور بعد ازاں اللہ عز وجل کی حمد نہ کرے اور طبرانی کے الفاظ ہیں ثم یقول اللہ اکبر

(فتح الباری ص ۱۷۲ ج ۲)

۳۔ ابو حمید سے روایت ہے: (کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ اعتدل قائما ورفع یدیه ثم قال اللہ اکبر اخرجه ابن ماجہ وصححه ابن خزيمة وابن حبان فتح الباری) (فتح الباری ص ۱۷۲ ج ۲)

۴۔ وروی البزار باسناد صحیح علی شرط مسلم عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر ولا حمد



والنسائی من طریق واسع بن حبان انه سأل ابن عمر عن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الله اكبر كلما وضع ورفع.

(فتح الباری، باب ایجا التکبیر، ص ۱۷۲ ج ۲)

ان تمام احادیث صحیحہ قولیہ اور فعلیہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر ہی کے لیے ساتھ نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اکبر ہی کے ساتھ اپنی نماز شروع کیا کرتے تھے اور کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی کسی نماز کی ابتدا کی ہو۔ مگر فتاویٰ عالمگیری ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔

اعتراض نمبر ۴۲:

اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ کہنا

لو شرع بالتسبیح او بالتہلیل صحیح. (ص ۶۸ ج ۱)

”اگر نماز کو سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ سے شروع کیا تو صحیح ہے۔“ (ص ۱۲۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

نوٹ: اس عبارت کے آگے لکھا ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے شروع کرے یہ تبیین میں لکھا ہے نماز بغیر تکبیر کے شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے۔ یہ ذخیرہ اور محیط اور ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری اردو ج ۱ ص ۱۰۶)

اعتراض نمبر ۴۳:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ کے ناموں سے کوئی نام لینا

ثم الاصل عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان ما تجرد للتعظیم من اسماء

اللہ تعالیٰ جاز الافتتاح بہ نحو اللہ الہ وسبحان اللہ ولا الہ الا اللہ کذا فی



التبيين. (ص ۶۸ ج ۱)

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام صرف تعظیم کے واسطے ہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے جیسے اللہ الہ اور سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۴:

اللہ اکبر کی جگہ الحمد للہ

و کذا الحمد لله ولا اله غيره وتبارك الله. (ص ۶۸ ج ۱)

”اور اسی طرح الحمد للہ اور لا الہ غیرہ اور تبارک اللہ کا حکم یہ محیط میں لکھا ہے۔“

(ص ۱۲۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۱)

اعتراض نمبر ۴۵:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل

و کذا اذا قال الله اجل او اعظم او الرحمن اكبر اجزا عندهما.

(ص ۶۸ ج ۱)

”اسی طرح اگر (تکبیر اللہ اکبر کی جگہ) اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمن اکبر کہا تو امام محمد

اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔“ (ص ۱۲۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۶:

اللہ اکبر کی جگہ اللہم

ولو قال اللهم يصير شارحاً عند الفقهاء. (ص ۶۸ ج ۱)



اور اگر اللہ کہا تو فقہاء (حنیفہ) کے نزدیک نماز شروع ہو جاوے گی (س ۱۲۳ ج ۱)  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۴۷:

### اللہ اکبر کی جگہ اللہ اکبر

ولو قال الله اكبر بالكاف الفارسية يصير شارعاً كذا في المحيط.  
(ص ۶۸ ج ۱)

”اور اگر اللہ اکبر کاف فارسی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جاوے گی۔“  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۴۸:

### اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر

لو كبر بالفارسية جاز هكذا في المتون كان يحسن العربية او لا.  
(ص ۶۹ ج ۱)  
”اگر فارسی میں تکبیر (خدا بزرگ تر) کہی تو نماز جائز ہو جاوے گی خواہ عربی میں کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو۔“ (ص ۱۲۶ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۴۹:

### جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی میں کہنی مکروہ ہے

وإذا كان يحسنها يكره هكذا في المتون (ص ۶۹ ج ۱)  
اور جب عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔  
کھلا تضاد: اوپر کے فتویٰ میں حنفی متون کا حوالہ ہے مگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہو تو پھر بھی



فارسی میں تکبیر کہنی جائز ہے اور اس فتویٰ میں حنفی متون کے حوالہ سے کہا کہ اگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہے تو پھر اس کو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔ آخر یہ کھلا تضاد کیوں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲)

اعتراض نمبر ۵۰:

فارسی زبان میں صرف تکبیر ہی نہیں بلکہ اور کچھ بھی

وعلى هذا الخلاف جميع اذكار الصلوة من التشهد والقنوت والدعاء وتسبيحات الركوع والسجود. (ص ۶۹ ج ۱)

”اور نماز کے سارے ذکر و اذکار جیسے تشہد اور قنوت اور دعا اور رکوع اور سجود کی تسبیح میں خلاف جاری ہے۔“ (ص ۱۲۶ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

اعتراض نمبر ۵۱:

صرف فارسی ہی میں نہیں

وكذا كل ما ليس بعربية كالتركية والزنجية والحشية والنطية

هكذا في فتاوى قاضى خان. (ص ۶۹ ج ۱)

”اور جو حکم فارسی کا ہے وہی ان سب زبانوں کا ہے جو عربی نہیں جیسے ترکی اور زنجی اور

حشبی اور نطی“ (ص ۱۲۶ ج ۱)

نتیجہ:

ظاہر ہے کہ انگریزی، فرنچ، چینی، لاطینی، اردو، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، سندھی، ہندی،

پشتو، بلتی اور دوسری علاقائی زبانیں بھی اس فتویٰ کی وسعتوں میں ہیں۔ لہذا ان زبانوں

میں بھی تکبیر تحریر اور اذکار لا محالہ جائز ہیں لہذا عربی زبان کا مصرف پھر ختم ہی رہا ناں۔



عرض:

جناب سلمان رحمہ اللہ کی زبان فارسی، جناب بلال رحمہ اللہ کی زبان حبشی اور جناب صہیب رحمہ اللہ کی زبان رومن تھی۔ کیا کوئی مثال ایسی موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابہ کرام کو ان کی علاقائی اور مادری زبانوں میں تکبیر تحریمہ اور دیگر اذکار نماز کی اجازت دی ہو۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲، ۲۳)

جواب:

ان دس اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔  
افسوس کہ معترض کو تعصب نے اندھا کر دیا کہ اس کو ہدایہ شریف میں یہ عبارت نظر نہ آئی۔

یروی رجوعہ فی افضل المسئلة الی قولہما وعلیہ الاعتماد.

(ہدایہ ص ۸۶ ج ۱)

”امام اعظم کا اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی جانب رجوع مروی ہے اور اسی پر اعتماد (فتویٰ) ہے۔“

در مختار میں اسی پر فتویٰ لکھا ہوا ہے اور توضیح تکوین ص ۷۹ میں بھی موجود ہے۔  
پس جس مسئلہ میں امام صاحب کا رجوع ثابت ہے اور فقہاء نے تصریح بھی کی اور فقہاء کا اس پر فتویٰ بھی نہ ہو اس کو ذکر کر کے طعن کرنا، تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب صاحب ہدایہ نے اور دیگر فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح فرمادی کہ قرآن کے معنی ہی نماز میں پڑھنے سے نماز جائز نہیں۔ امام صاحب نے اپنے پہلے قول جواز سے رجوع فرمالیا ہے۔ تو اب قول مرجوع عنہ کو پیش کر کے طعن کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔

اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کی آج تک جتنی بھی کتابیں نماز کے مسائل پر لکھی گئی ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے کرے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔



(۱) مفتی کفایت اللہ حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لو۔ (تعلیم الاسلام حصہ اول ص ۲۶، ۲۷ تا ج کمپنی)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱: نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان ص ۱۱۶)

(۳) مولانا فیض احمد صاحب حنفی نے ”نماز مدلل“ ص ۶۸ پر نماز کا طریقہ کا عنوان

قائم کر کے وہی حدیث ابو حمید والی جو مفتی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۲۰ نمبر ۳ پر تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے، نقل فرمائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا اس حدیث پر عمل ہے اور مفتی صاحب دھوکہ دے رہے ہیں۔

(۴) مولانا مفتی جمیل احمد ندیری حنفی انڈیا ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز“ ص ۹۰

پر لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا

(۵) الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ ”نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم“ کے ص ۱۰۰، ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:

انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں، اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے

نیچے باندھ لو۔

(۶) مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی ”سنت کے مطابق نماز پڑھیے“ کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں:

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض

ہے۔ علامہ حلبی نے شرح منیہ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایہ ص ۱۰۶)

(۷) مولانا ارشاد احمد فاروقی کراچی ”احکام و آداب طہارت وضو اور نماز“ کے

ص ۸۸ پر لکھتے ہیں:

(۲۱) اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اللہ اکبر کے علاوہ سے افتتاح کرنا مکروہ ہے۔ یہ صحیح



ہے۔ (شانی ص ۳۸۰ ج ۱۔ ہندیہ ص ۶۸ ج ۱۔ بحر ص ۳۰۶ ج ۱)

(۸) مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی "الکتاب المقبول فی صلاة الرسول ﷺ" کے ص ۲۳۵ میں لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے "اللہ اکبر" کہہ کر نیت باندھنا۔ قرآن حکیم میں ہے وربک فکبر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر (مدثر: ۳)

(۹) مولانا ابوضیاء عبداللہ ہزاروی کراچی "صفة صلاة النبی ﷺ" کے ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

یعنی اللہ اکبر کہہ کر نمازی نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر میں السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکل کیا جاتا ہے۔

(۱۰) علامہ ظہیر احسن شوق نیوی حنفی "آثار السنن، باب افتتاح الصلاة بالتکبیر" میں حضرت ابی مید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے، ہاتھوں کو اٹھاتے اور فرماتے اللہ اکبر۔ یہ روایت ابن ماجہ باب افتتاح الصلوٰۃ میں موجود ہے۔

اور مفتی صاحب نے اس کو تعارض ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر کے ص ۲۰، ۲۱ پر ہمارے خلاف نقل کیا ہے۔ (سبحان اللہ)

ناظرین ہم نے صرف دس حنفی علماء کے حوالے نقل کیے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ حوالے نظر نہ آئے۔ حنفیوں کا جو مذہب ہے وہ حنفیوں نے اپنی اردو کتابوں میں بھی عوام کے لیے نقل کیا ہوا ہے۔ (اللہ ہم سب کو ہدایت دے)

اعتراض نمبر ۵۲:

عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی

ولو نظر الى فرج المطلقة طلاقا رجعا عن شهوة فيصير مراجعا لا



تفسد صلواتہ فی روایۃ ہو المختار کذا فی الخلاصۃ. (ص ۱۰۴ ج ۱)

”جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جاوے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہو گی یہی مختار ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۶)

جواب:

یہ مسئلہ کتاب الطلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ عبارات بالذات بالاصالت رجعت کے ثبوت کے لیے تحریر کی گئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تو عدت میں اگر اس شخص کی نظر نماز کی حالت میں شہوت سے عورت کی شرمگاہ پر پڑ گئی تب بھی رجوع ثابت ہو جائے گا مگر نماز فاسد نہ ہوگی کیوں کہ فقہان نظر تو کسی چیز پر بھی پڑ سکتی ہے۔ اس میں نمازی کا کیا قصور ہے؟ نمازی کے سامنے سے انسان، حیوان، مرد، عورت، چھوٹا، بڑا، عریاں، غیر عریاں سب ہی گزر سکتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی یہ نہیں کہتی کہ نمازی جان بوجھ کر ایسا کرے۔ بلکہ اگر ایسا ہو گیا تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔

نوٹ: غیر مقلدین اس عبارت کے خلاف نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں

اور نہ حدیث۔

اعتراض نمبر ۵۳:

### فقہ حنفی میں امام کی شرائط

چونکہ حنفی امام جی کی بات چل نکلی ہے۔ اس لیے اب لگے ہاتھوں حنفی بھائی اپنے پیش امام میں مطلوبہ شرائط بھی ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ ثم الاحسن روجه ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہاً ثم الانظف ثوباً ثم الاکبر رأسا الامغر عضواً. (رد المحتار مطلب فی تکرار الجماعۃ ج ۱ ص ۵۵۸)

یعنی امام خوبصورت بیوی والا، صاحب مال، صاحب مرتبہ، خوش لباس، بڑے سرو والا



اور چھوٹے آلہ تناسل والا ہونا چاہیے۔

میرے خفی بزرگو! موخر الذکر وصف یعنی ہونے والے امام کا آلہ تناسل چھوٹا ہو اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ بیوی کا وضاحتی بیان قبول کرو گے یا ڈاکٹری رپورٹ پر اعتماد کرو گے آج کل تور شوت ستانی نے آپ کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۷، ۲۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حسن سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بری نہ ہو نیک ہو۔ اس کے اوصاف اچھے ہوں۔ کیوں کہ بری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

اجعلوا ائمتکم خیار کم فانہم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم۔

”اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان اپیلچی ہیں۔“ (سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۹۰۔ کنز العمال اردو جلد ۷ ص ۲۷۹)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

خیار کم خیار کم لئسانہم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۹)

”تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں۔“

اور ایک روایت میں ہے: ”خیر کم خیر کم لأہلہ“ (طبرانی)

”تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔“

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ۔ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے اور برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے۔ دیکھیے مسئلہ تو بالکل صاف ہے۔ رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اور اوصاف حمیدہ رکھتی ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے



پھر یہ۔ یہ امر تو بمسایہ اہل محلہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی

اعتراض نمبر ۵۴:

وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی

ولو وطیها فافضاها لا تحرم علیہ امہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج کذا

فی البحر الرائق. (ص ۲۷۲ ج ۱)

”اگر کسی عورت سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور

پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کبر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی کیوں کہ اس امر کا

یقین نہیں ہے کہ یہ وطی فرج میں واقع ہوئی۔“ (ص ۱۳۹، ۱۵۰ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۴)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس مسئلہ کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ واطی اور مولود

کے درمیان وطی سبب جزئیہ ہے یعنی وہ دونوں مثل ایک شخص کے ہو جاتے ہیں۔ عورت کے

والدین اور اولاد اس مرد کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں اور مرد کے والدین اور

اولاد اس عورت کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ چاہے وطی حلال ہو یا حرام۔

پس جس طرح حلال وطی سے عورت کی ماں بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس عورت

کے ساتھ زنا کرے اس کی ماں بیٹی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ جب یہاں پر یہ یقین ہی

نہیں کہ وطی کہاں پر ہوئی ہے تو حرمت کا حکم سے کیسے لگ سکتا ہے۔ معترض کے پاس اگر

کوئی حرمت ثابت کرنے کی ایسے مسئلہ میں قرآن و حدیث کی دلیل ہو تو بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۵۵، ۵۶:

شراب اور خنزیر مہر میں

شراب اور خنزیر بعض قطعی حرام ہیں۔ اس مسئلہ کو یاد رکھ کر فتاویٰ عالمگیریہ پڑھئے۔



فان تزوج ذمی علی خمر او خنزیر ثم اسلما او اسلم احدهما فان  
كان الخمر او الخنزیر بعینه ولم تقبض فلیس لها الا المعین.

(ص ۲۲۷ ج ۱ فصل ۱۵)

اگر ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے شراب یا سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو  
گئے یا ایک مسلمان ہو گیا پس اگر شراب یا سور معین ہو اور بنو اس پر قبضہ نہیں ہوا تو عورت کو  
سوائے اس معین کے کچھ نہ ملے گا۔ (ص ۲۵۹ ج ۲)

وضاحت:

اب تک سور کو نجس العین سنتے چلے آ رہے تھے آج بھی مال قرار پایا۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایہ نظر ص ۳۷، ۳۸)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایہ سے ان مسائل کی وضاحت  
کی جاتی ہے۔

ہدایہ میں یہ مسئلہ شراب اور سور معین کے بارے میں لکھا ہے اور شراب یا سور غیر معین  
کے بارے میں خمر میں قیمت اور سور مہر مثل ہے۔ چنانچہ فرمایا

ان كانا بغير اعيانهما فلما في الخمر القيمة وفي الخنزير مهر المثل

امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل جو ہدایہ میں ہے وہ یہ ہے کہ شراب یا سور معین کو اشارہ کر کے  
ذمی ذمیہ نے اپنا مہر مقرر کیا تو عقد کرتے ہی وہ عورت اس شراب یا سور معین کی مالک ہو  
گئی۔ وہ اس کو فروخت یا ہبہ وغیرہ تصرف کر سکتی ہے۔ رہا یہ کہ ابھی عورت نے وہ شراب یا  
سور قبض نہیں کیا تو دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا اب وہ عورت اسلام کی حالت  
میں بھی قبض کر سکتی کیوں کہ قبض میں زوج کی ضمانت نہ عورت کی ضمان میں انتقال ہے اور  
یہ اسلام کے ساتھ منع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:



لابی حنیفة ان الملك في الصداق المعين يتم بحسن العقد ولهذا  
ملك التصرف فيه وبالقبط ينتقل من ضمان الزوج الى ضمانها وذلك  
يتمتع بالاسلام كاسترداد الخمر المغضوب.  
رہی یہ بات کہ وہ عورت اس سو یا شراب کو کیا کرے؟  
در مختار میں ہے:

فتخلل الخمر و تسبب الخنزير.

”شراب کو سرکہ بنائے اور خنزیر کو چھوڑ دے۔“

اور حاشیہ مدنی میں لکھا ہے:

بہتر یہ ہے کہ سو کو قتل کر دے۔

بتاؤ! یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

تراض نمبر ۵۷:

## زانی کے انکار سے دونوں پر حد واجب نہیں

اوہی فکذبھا فلا حد علیہما عند الامام کذا فی النہر الفائق.

(ص ۱۳۳ ج ۲ آخری سطور)

یعنی اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جس کے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا  
ہے۔ انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار کیا تو امام بیہقیہ کے نزدیک دونوں  
ماشتقوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ نہر الفائق میں ہے۔ (ص ۱۳۲ ج ۳)  
عرض: تو بتائیے ایسی صورت حال سے کون نا جائز فائدہ نہ اٹھائے گا؟

نیز کیا حضرت عویمر عجلانی اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہما حد کھانے کے لیے اپنے زنا کے  
ت میں اپنی اپنی مزنہ کو بھی ساتھ لائے تھے کیا رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں پر زنا کی حد  
نہ کرنے سے پہلے ان دونوں عورتوں سے اقرار زنا کروالیا تھا۔ اگر کوئی سند ہو تو ہمیں بھی  
ماہ فرمادیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۰)



جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ساتھی ارتکابِ زنا سے انکار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں نے جو جرم کیا ہے وہ اتنا سنگین نہیں کہ اس کے لیے ”زنا“ کا لفظ استعمال کر دیا جائے اور بصورتِ عدم احسان سو سو کوڑے کھائے جائیں بلکہ وہ جرم چھوٹا (تقبیلِ غمزہ) فرما (غیرہ) ہے۔ اس کی سزا سو کوڑے مقرر نہیں۔ میرا ساتھی بنا بر جہالت زنا اور غیر زنا میں فرق نہیں کر سکا۔ اس شبہ کی بنا پر ”فتاویٰ عالمگیری“ نے دونوں کو حدِ زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ کیوں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ادرؤا الحدود بالشبهات۔ شہر پڑنے پر حد ختم کر دو۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴)

اعتراض نمبر ۵۸:

## بے حسی کا شاہکار

و کذا اذا وطى الا بن جارية ابیه علی انها تحل له لشبهه الاشتباه  
هكذا فی النہایۃ۔ (ص ۱۴۳ ج ۲)

اسی طرح اگر بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حرام  
حلال ہے تو زنا نہیں ہے کیوں کہ یہ شبہ اشتباہ ہے۔ (ص ۳۲۰ ج ۳)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ونعوذ باللہ من وسواس الشیطن  
الرجیم۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۱)

جواب:

یہ مثال شبہ محل کی ہے۔ شبہ محل سے بھی حدود ساقط ہو جاتی ہیں شبہ محل وہ ہے جس میں بقول  
محل کی حلت کا شبہ بحکم شرع ثابت ہو، شبہ محل میں استقامتِ حد کا مدلول شرعی پر ہے نہ کہ زانی  
کے اعتقاد پر اس لیے کہ دلیل کے ثابت کے سبب نفس الامر میں شبہ قائم ہے۔ زانی اس کو اقرار  
جانے یا نہ جانے۔



ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے۔ میرا باپ مال مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: انت ومالك لابیك "تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کا مال، والد کا ہے۔ لہذا بیٹے کی لونڈی سے وطی پر حلت کا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حد ساقط ہوگی۔

ہدایہ شریف میں ہے:

لان الشبهة حکمية لانها نشأت عن دلیل وهو قوله عليه السلام انت ومالك لابیك.

"یہ شبہ حکمیہ ہے اس لیے کہ دلیل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دلیل حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔"

اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر ایسی صورت میں زنا کی حد سو کوڑے یا رجم کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو دلیل پیش کریں۔

اعتراض نمبر ۵۹:

شہادت اور اقرار کے بعد انکار پر حد کی چھوٹ

اربعة شهدوا علی رجل بالزنا فاقر الرجل بعد شهادتهم ثم انکر ولم

یقر اربع مرات لا حد علیہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان. (ص ۱۳۳ ج ۲)

چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی۔ پھر اس شخص نے بعد ان کی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اس نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہو گی۔ (ص ۳۲۳ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)



پہلے جو چار گواہوں نے گواہی دی اس پر ابھی قاضی سے فیصلہ نہیں سنایا تھا اور نہ ہی گواہی ابھی مکمل ہوئی نہ گواہوں کی شہادت کی پڑتال ہوئی۔ اس سے پہلے ہی اس نے خرقہ اقرار کر لیا۔ اس کے اقرار کر لینے سے پہلی بات گواہوں والی ختم ہو گئی۔ اب اس کے خرقہ اقرار کرنے والی بات کو ہی اصل سمجھا جائے گا۔ پھر اس مجرم نے خود ہی انکار کر دیا۔ جب انکار کر دیا تو حد کیسے واجب ہوگی۔ اس کی نظیر فتح القدیر شریعہ ہدایہ جلد ۴/۱۲۴ اور الاقنار جلد ۳ ص ۲۵۶ طبع مصر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مسئلہ کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب کہ وہ روم کے دوران بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے) یہ فرمان ہے:

((هلا ترکتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه))

”تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (ابوداؤد، کتاب الحدود)

اگر مفتی صاحب کے پاس بالکل ایسی صورت میں کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہو تو ہمیں بتائیں ہم صریح مان لیں گے۔ فتاویٰ کی بات کو غلط کہہ دیں گے۔

اعتراض نمبر ۶۰:

پاگل جوان سے زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ

ولو اقرت انها زنت بمجنون. (ص ۱۴۴ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)



اعتراض نمبر ۶۱:

بچے کے ساتھ زنا کرنے والی کو چھوٹ

او صبی فلا حد علیہا. (ع ۱۴۴ ج ۲)

ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے ”اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے پاگل سے

طفل سے زنا کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔“ (ص ۲۲۳ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)

جواب:

نابالغ اور دیوانے پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ دونوں مکلف نہیں۔ ربی بات عورت کی تو

اس پر حد اس لیے نہ ہوگی کہ زنا فعل مرد کا ہے۔ عورت فعل کا محل ہے۔ اسی لیے مرد کو واطی

زنی کہتے ہیں۔ اور عورت کو موطوہ مزنیه، البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہہ لیتے ہیں۔ زنا اس

شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو فعل سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے سے عاصی۔ اور وہ عاقل

بالغ ہو گا نہ کہ دیوانہ اور نابالغ۔ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے مکلف نہیں۔ عورت

اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اس وقت ہوگی جب وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقع

دے جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے پر آثم۔ صورت مذکورہ میں عورت نے جس

لڑکے یا دیوانہ کو زنا کا موقع دیا ہے وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ۔ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ولنا ان فعل الزنا يتحقق منه وانما هي محل الفعل ولهذا يسمي هو

واطأ وزانيا مجانا والمرأة موطوة ومزانيا بها الا انها سميت زانية مجازاً

تسمية المفعول باسم الفاعل كالراضية في معنى المرضية او لكونها

مسببة بالتمكين فيتعلق الحد في حقها بالتمكين من قبيح الزنا وهو فعل من

هو مخاطب بالكف عنه و موثم على مباشرته وفعل الصبي ليس بهذه



اعتراض نمبر ۶۲:

### حد کی چھوٹ کی ایک محصوم صورت

قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير رجل اقرار اربع مرات

انه زنا بفلانة وفلانة تقول تزوجني. (ص ۱۳۵ ج ۲)

”امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں

نے فلاں عورت سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (تو دونوں پر

حد واجب نہ ہوگی)“ (ص ۳۲۳ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۴)

جواب:

مفتی صاحب اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہی نہیں اور اپنے اس رسالہ میں کئی جگہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم پہلے یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہے یا نہیں۔

فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے:

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری میں ہے:

جب وہ ان سب باتوں کو بیان کر دے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ پس اگر زانی محسن ہے تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

صاحب قدوری آگے لکھتے ہیں:

اور اگر محسن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص ۲۹۹ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)



(۲) کنز الدقائق میں ہے:

پس اگر زانی محسن ہے (یعنی اپنی نکاح سے محبت کر چکا ہے) تو اسے کھلے میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(احسن المسائل اردو ترجمہ کنز الدقائق کتاب الحدود ص ۸۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی

کراچی)

صاحب کنز آگے لکھتے ہیں:

اور اگر زانی محسن نہیں ہے تو اس کے سو کوڑے لگائے (یعنی اس کی حد سو کوڑے

ہیں)۔

(۳) شرح وقایہ میں ہے:

ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محسن ہو یعنی آزاد مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو

نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونوں صفت احسان پر ہوں وقت وطی کے تو اس کو ایک میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ مر جاوے.....

اور اگر زانی محسن نہ ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو

پچاس۔ (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد ثانی کتاب الحدود در مطبع مجیدی کانپور)

(۴) ہدایہ میں ہے:

اور جب حد واجب ہو گئی اور زانی محسن (شادی شدہ) ہے تو حاکم (یا قاضی) اسے

پتھروں سے رجم (سنگسار) کرے حتیٰ کہ موت واقع ہو جائے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیت الحد و اقامتہ)

صاحب ہدایہ مزید آگے لکھتے ہیں:

اور اگر وہ (زانی) محسن نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کی حد سو/۱۰۰ کوڑے ہے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیت الحد و اقامتہ)



(۵) در مختار میں ہے:

اور زانی محسن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(در مختار مترجم جلد دوم ص ۴۶۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

در مختار میں اس سے کچھ آگے لکھا ہے:

اور زانی غیر محسن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو۔

(در مختار مترجم جلد دوم کتاب الحدود ص ۴۶۵)

(۶) الفقه الحنفی وادلہ اردو میں ہے:

زانی اگر محسن ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھروں سے رجم کیا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ اس کی دلیل حدیث ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔

(جلد دوم ص ۲۹۰، ۲۹۱ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

آگے مزید لکھا ہے:

اگر زانی غیر محسن ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ (جلد دوم ص ۲۹۲)

(۷) فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم ص ۲۵۸ کتاب الحدود فصل حدودان کی اقامت کی

کیفیت کے بیان میں ہے۔

جب حد واجب ہو گئی اور مرد زانی محسن ہے تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جاوے یہاں

تک کہ وہ مر جاوے۔

اور غیر محسن کے متعلق لکھا ہے:

اور اگر غیر محسن ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد سوم کتاب الحدود باب دوم باب زنا ص ۲۶۰

مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

(۸) ہمارے حنفی علماء نے تو مستقل حدود پر اور تعزیر پر خاص کر حد رجم کے متعلق کئی

کتابیں لکھی ہیں۔ اور فقہ حنفی کی تقریباً سب ہی وہ کتابیں اور فتاویٰ جات جو تمام احکام پر



حاوی ہیں ان میں کتاب الحدود موجود ہے۔ مفتی صاحب صرف مولانا محمد متین ہاشمی کی اسلامی حدود، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، اسلام کا قانون شہادت جلد اول حصہ فوجداری وغیرہ دیکھ لیں۔ خوب تسلی ہو جائے گی۔

ہم نے صرف یہاں پر سات کتابوں کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے اور وہی سزا ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ رہا فتاویٰ عالمگیری کا یہ مسئلہ جو مفتی صاحب نے بطور اعتراض نقل کیا ہے۔ اس میں حد اس لیے واجب نہیں کہ اس میں شبہ ہے اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

### شبہات سے حد کا ساقط ہونا

حدیث نمبر ۱:

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دفع کرو اور ٹالو حدود کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے پھر اگر ہو سکے مجرم کی کوئی شکل رہائی کی تو چھوڑ دو اس کی اس لیے امام خطا کار کو اگر بخش دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خطا کار کو عذاب کرے۔ (ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود رقم ۱۳۲۳)

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ بات بھی ذکر کی ہے اور مروی ہے اسی کی مانند کئی صحابیوں رضی اللہ عنہم سے نبی ﷺ کے کہ انہوں نے بھی اسی کی مانند کہا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اس باب میں ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔ (ترمذی مترجم جلد اول ص ۵۳۵ ترجمہ علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تمہیں ہٹانے



کی کوئی صورت ملتی ہے حدود کو ہٹاؤ۔

(ابن ماجہ ابواب الحدود باب الستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبهات)

حدیث نمبر ۳:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جہاں تک ہو سکے حدود کو مسلمانوں سے دور کیا کرو اس لیے کہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے اور تم جب مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ اور خلاصی کی سبیل پاؤ تو اس سے حد کو دور کر دیا کرو۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ہمارا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد مترجم باب درہ الحدود رقم ۶۲۱ ص ۴۶۱)

حدیث نمبر ۴:

حضرت حرقوم سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا میرے شوہر نے میری باندی سے وطی کی ہے اس شوہر نے عرض کیا اس نے بالکل سچ کہا ہے یہ اور اس کا مال میرے لیے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے حد دور کر دی جائے گی اس لیے کہ یہ شبہ ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد باب من اتی فرجا بشبهة)

حدیث نمبر ۵:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔ (سنن الکبریٰ بیہقی)

یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں اس طرح مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی نیل الاوطار میں نقل فرمایا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں باب قائم کیا ہے۔  
کسی کے تہمت لگانے سے شرعی حد واجب نہیں ہوتی اور شک و شبہ کی وجہ سے حد کا نفاذ ساقط ہو جاتا ہے۔  
آگے لکھتے ہیں:

اس حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے الفاظ یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو شبہات کی بنا پر شرعی حدود کے نفاذ کو دور کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو قتل سے بچاؤ۔  
(نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۹۱ مطبوعہ دوست ایسوی ایش اردو بازار لاہور)  
حدیث نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبہات (پڑ جانے) پر حدود کو ٹال دو۔

(مسند امام اعظم مترجم باب درء الحدود ص ۲۸۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حدیث نمبر ۷:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا أَوَّاهُ الْحُدُودَ وَلَا يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ تَغْطِيلُ الْحُدُودِ)) ”حدود کو جہاں تک ممکن ہو سکے دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کر دے۔“

(سنن دارقطنی، سنن الکبریٰ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، بحوالہ اعلیٰ السنن مترجم ج ۳ ص ۵۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بلوغ المرام کتاب الحدود میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ورواه البيهقي عن علي رضي الله تعالى عنه من قوله بلفظ إِذَا



## الْحُدُودُ بِالشَّبَهَاتِ

”اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی شبہ ہو جائے تو حد نہ لگایا کرو۔“

حدیث نمبر ۸:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((ادرا الحدود بالشبهة)) شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دو۔

(کنز العمال حصہ پنجم کتاب الحدود)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی اس مرسل روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے دور حکومت میں یہی حکم اپنے عمال وقضاة کو لکھا تھا۔

آپ کے سوانح نگار عبدالعزیز سید الامل، خلیفۃ الزاہد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں:

جہاں تک ہو سکے حدود کو شبہات سے ہٹا دو ہر شبہ میں یہی کیا کرو کیوں کہ حاکم کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ آپ نے اس مسئلے میں اپنے نانا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

(خلیفۃ الزاہد ترجمہ مولانا راغب رحمانی غیر مقلد مطبوعہ نقیس اکیڈمی کراچی)

امام شوکانی رضی اللہ عنہ کا حوالہ:

امام شوکانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

زنا کی سزا شبہات پیدا ہونے یا افراد سے رجوع کر لینے اور عورت اور مرد کے جماع کے قابل نہ ہونے کی بنا پر ساقط ہو جائے گی۔

(اردو ترجمہ المورد البیہد ص ۱۴۱ سلاک پبلشنگ ہاؤس لاہور)



نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

نواب صدیق حسن صاحب پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

وروی نحوه عن عمر و ابن مسعود باسناد صحیح کہ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے اور اس باب کی احادیث ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اور خود بخاری و مسلم کی حدیث ((لو كنت راجمًا احداً بغير بينة لوجمتها)) بھی اسی مسئلہ کی مؤید ہے۔

(الروضة النديہ ج ۲ ص ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)  
امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

پہلے قول کی وجہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے کہ ادرو الحدود بالشبهات ”شبهات کی وجہ سے حدود کو ساقط کر دو“

(مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی جلد دوم ص ۹۲۰ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)  
ناظرین ہم نے کئی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ شبهات سے حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۳:

عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں:

او اقترت المرأة بالزنا بفلان اربع مرات و فلان يقول تزوجتها فلا حد علی واحد منهما وعلیه المهر کذا فی المحيط. (ص ۱۴۴ ج ۲)

”یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اور فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور مرد پر اس کا مہر لازم آوے گا۔ یہ محیط میں ہے۔“ (ص ۱۴۴ ج ۳)

(فتاویٰ مالگیری پر ایک نظر ص ۷)



جواب:

دو گواہوں کی موجودگی میں باہمی ”ایجاب وقبول“ کا نام نکاح ہے تو اگر (مثلاً) عورت و مرد نے اپنے باپوں یا بالغ بیٹوں کی موجودگی میں باہم ایجاب وقبول کر لیا تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا۔ لیکن یہ مسئلہ ایک کو معلوم ہے دوسرے کو نہیں پھر دونوں ہم بستر ہوئے تو جسے علم نہیں اس نے اس ہم بستری کو ”زنا“ کہا اور دوسرے نے نکاح۔ جب یہ کیس قاضی الاسلام کے سامنے پیش ہوگا کہ دونوں میں سے ایک زنا کا اعتراف کرتا ہے اور دوسرا نکاح کا مدعی ہے تو قاضی اسلام پر لازم ہوگا کہ وہ اس صورت ممکنہ کی بنا پر کسی پر حد زنا قائم نہ کرے دونوں کو معاف کر دے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے (لَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يَخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ) ”یعنی معافی دینے میں خطا کرنا بہتر ہے اس سے کہ سزا دینے میں خطا کی جائے“ (مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۴:

### آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

وَإِذَا عَتَقَ امْتًا وَهُوَ يَطْوَها ثُمَّ نَزَعَ وَعَادَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ لَا يَحْدُ كَذَا فِي خَزَانَةِ الْمُفْتِينَ. (ص ۱۴۸ ج ۲)

”اگر اپنی باندی کو جس سے وطی کر رہا تھا اسی حالت میں آزاد کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے وطی کر لی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۳۳۳ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ۵۴)

جواب:

چوں کہ اب وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عیس مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: اشبه عليه الأمر بظنه الحل



”اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔“  
یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۵:

محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد حد کی چھوٹ

فان العقد اذا وجد حلالا كان او حراما مطلقا على تحریمہ او منعظا  
فيه علم الواطی انه محرم اولم يعلم لا یحد عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ  
(ص ۱۴۷ ج ۲)

”کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام کہ اس کی تحریم پر اتفاق  
ہے یا اس میں اختلاف ہے خواہ وہی کتہہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال امام  
اعظم کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۳۳۲ ج ۳)

(فتاویٰ مالگیری پر ایک نظر ص ۵۵)

جواب:

زانی کے لیے جو شرعاً حد مقرر ہے وہ رجم یا جلد ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ جو  
فحص محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے وہی کرے اس کو رجم کیا جائے یا کوڑے مارے جائیں  
اسی لیے امام اعظم نے ایسے فحص کے لیے یہ حد (رجم یا جلد) نہیں فرمائی۔

امام اعظم کے اس مسئلہ کو معترض اگر حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ حدیث نقل  
کرے جس میں صراحت کے ساتھ ایسے فحص کے لیے حد آئی ہو۔ البتہ قتل کا حکم آیا ہے  
جس سے امام اعظم کا یہی مذہب ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ قتل کرنا یا مال ضبط کرنا حد زنا نہیں  
ہے۔ امام اعظم ہی فرماتے ہیں ایسے فحص کو جو بھی سزا دی جائے کم ہے لہذا حاکم اس کو سخت  
سے سخت سزا دے۔

فتح القدیر میں ہے:



الا ترى ان ابا حنيفة الزم عقوبة باشد ما يكون وانما لم يثبت عقوبة

هي الحد فعرف انه زنا محض عنده الا ان فيه شبهة

”کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام ابوحنیفہ اس کے لیے سخت سے سخت سزا تجویز کرتے ہیں (البتہ نکاح کے سبب) حد ثابت نہیں۔ پس وہ اس کو زنا ہی سمجھتے ہیں مگر نکاح کے سبب اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔“

اس لیے حد مقرر رجم یا جلد اس سے ساقط ہو گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کوئی سزا ہی نہیں جیسے عوام کو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں ایسا کرنے والے پر سزا ضروری ہے۔ قاضی ایسے مجرم کو سخت سے سخت سزا دے یہاں تک کہ اس کو قتل بھی کروا سکتا ہے۔ اور بعض حنفی فقہاء نے اس کی سزا قتل ہی تجویز کی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۶:

### شبہ درمحل میں حد نہیں

والشبهة في المحل في وطن امة ولده وولد ولده كذا في الكافي

سواء كان ولده حيا او ميتا هكذا في العتابة. (ص ۱۴۸ ج ۲)

”شبہ درمحل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطن کی خواہ

اس کا بیٹا زندہ ہو یا مر گیا ہو۔“ (ص ۳۳۳ ج ۳)

(تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ) یعنی ان صورتوں میں حد نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب۔

ہدایہ شریف میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ یہ شبہ اشتباہ ہے اس لیے کہ بیٹا ماں باپ کے

مال سے نفع اٹھا سکتا ہے اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس کا ماں باپ یا بیوی کی لونڈی کو حلال ظن کر لینا محتمل ہے جب اس نے حلت کا ظن کیا تو



یہ شبہ اشتباہ ہے اور شبہات کے سبب حدود کا تال دینا احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ ادرؤا الحدود ما استطعتم جو کہ ابولہلی کی مسند میں مرفوعاً مروی ہے۔

مسند امام اعظم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

(ادرؤا الحدود بالشبہات) ”کہ شبہات کی بنا پر سزاؤں کو تالو“

ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حدود کو شبہات کے سبب معطل رکھوں تو میرے نزدیک اس سے محبوب تر ہے کہ شبہات پر اقامت حد کروں۔

معاذ، عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب تمہیں حد میں شبہ پڑ جائے تو حد کو تال دو۔

(غایۃ الاوطار ج ۲ ص ۴۱۰)

القسال املاک بین الفروع والاصول سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بیٹے کو ماں باپ کی لونڈی سے جماع میں ولایت ہے اسی طرح زوجہ کی لونڈی میں۔

کیا یہ اشتباہ نہیں؟ اور کیا شبہات سے سزا کا تال دینا احادیث میں نہیں؟ اگر ہے تو فقہ حنفیہ پر اعتراض کیوں؟

اعتراض نمبر ۶:

کرائے کی عورت سے زنا پر حد نہیں

استاجر امرأة لیزنی بها او لیطأ بها او قال خذی هذه الدراهم الا طاک

او قال مکنتی بکذا ففعلت لم یحد. (مس ۱۳۹ ج ۲)

”اگر ایک عورت کو اجارہ (کرایہ) پر لیا تاکہ اس سے زنا کرے یا یہ کہا کہ تو یہ دراهم

لے تاکہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ مجھے اپنے اوپر اس قدر درہمیں کے عوض قابو دے



پس ثورت نے منظور کیا اور ایسا واقعہ ہوا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۳۳۵ ج ۳)  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔  
در مختار میں لکھا ہے:

والحق وجوب الحد ”حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔“  
افسوس کہ معترض کو فقہ حنفی کی حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۶۸:

متعہ کی حرمت مشتبہ ہے

بخلاف ما إذا قال خذی هذه الدراهم لا تمتع بك لان المتعة كانت  
سبب الاباحه في الابتداء فبقیت الشبهة كذا في التمر تاشی. (ص ۱۴۹ ج ۱)  
”بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو یہ دراہم لے تا کہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو  
حکم (یعنی حد) نہیں اس واسطے کہ متعہ ابتداءً اسلام میں سبب اباحت تھا پس شبہ باقی رہا۔  
یہ تمر تاشی میں ہے۔“ (ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰ مسئلہ نمبر ۱۳۰)

جواب:

فقہ حنفی میں نکاح متعہ حرام ہے اس کے مرتکبین کی بابت ”فتاویٰ عالمگیری“ میں لکھا  
ہے کہ یُؤْجَعَانِ عُقُوبَةٌ وَيُحْبَسَانِ حَتَّى يَتُوبَا دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور جب  
تک سچی توبہ نہیں کرتے جیل میں قید کیے جائیں گے۔ (ج ۲ ص ۱۴۹)  
لیکن اس کی حرمت زنا کی طرح ہمیشہ سے نہیں۔ پہلے مباح تھا خیر کے دن حرام قرار



پھر فتح مکہ کے دن مباح فرمایا گیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۱)

پھر قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا گیا۔ بنا بریں بعض صحابہ کرام علیہ السلام ابتداءً اس کی اباحت کے قائل تھے۔ انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو انہوں نے اس کی اباحت سے رجوع فرمالیا اور قیامت تک کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹)

معلوم ہوا کہ متعہ کی حرمت ابدی ہونے کے باوجود ازلی نہیں اور قطعی ہونے کے باوجود زنا کی طرح شدید نہیں۔ لہذا جو سزا قرآن و حدیث نے زنا کی بیان فرمائی ہے وہ متعہ کے مرتکبین پر نافذ نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ حد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اللہ کے مسلمان بندوں پر اللہ سے اجازت لیے بغیر حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ حدیث شریف میں ہے ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم ”مسلمانوں سے حتی الوسع حدیں گراؤ۔“

(مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۹:

زنا کی خرچی دینے سے حد کی چھوٹ

لو قال امهرتك كذا لازني بك لم يجب الحد. كذا في الكافي.

(ص ۱۳۹ ج ۲)

”اگر کہا کہ میں نے تجھے اس قدر مہر دیا تا کہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب نہ ہو گی۔“ (ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰)

جواب:

فقہ حنفی میں حد موجود ہے۔

در مختار میں لکھا ہے: وبالحق وجوب الحد ”حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔“



اعتراض نمبر ۷۰:

### دارالحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ

من زنی فی دار الحرب او فی دار البغی ثم حرم الینا لا یقام علیہ الحد. کذا فی الہدایۃ (ص ۱۳۹ ج ۲)  
 ”جس نے دارالحرب میں یا دار البغی میں زنا کیا پھر وہ ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ یہ ہدایہ میں ہے۔ (ص ۳۳۶ ج ۳)  
 جواب:

معرض اگر فتح القدیر شرح ہدایہ کا یہ مقام دیکھتا تو اسے حدیث مل جاتی اور شاید وہ اعتراض نہ کرتا وہ حدیث یہ ہے:

روی محمد فی السیر الکبیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال  
 من زنی او سرق فی دار الحرب و اصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیہ الحد.

”الیسر الکبیر میں امام محمد نے نبی ﷺ سے روایت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص دارالحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں پہنچ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

معرض چونکہ اعتراض کر چکا ہے۔ اس لیے امید نہیں کہ وہ اپنے قول کے خلاف حضور کے اس ارشاد کو دیکھ کر مان جائے۔ بلکہ اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۷۱، ۷۲:

### بچے اور پاگل کی وجہ سے حد نہیں

اذ زنی صبی او مجنون بامرأة عاقلة وہی مطاوعة فلا حد علی الصبی  
 والمجنون بلا خلاف وهل تحد المرأة لعلی قول علمائنا رحمہم اللہ



”اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور ربی عورت سوہمارے علماء کے قول پر اس کو حد کی سزا نہ دی جائے گی۔“ (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰، ۶۱)

جواب:

غیر مکلف بالاتفاق مرفوع القلم ہے اس پر حد کیوں کر جاری ہو عرف الجاوی کے صفحہ ۸۳ میں آپ کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن کے خلف الرشید نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

وزوال عقل رافع قلم تکلیف است جب عاقل کی عقل زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھا دیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں تو وہ کیونکر قلم تکلیف کے نیچے آ کر حد مارا جاوے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔ اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو۔ پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جسے وہ حد ماری جاتی جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیونکر ہو کذا فی رد المحتار والنہر وغیرہما۔

اور شبہوں سے حد کا دفع کرنا عمل بالحدیث ہے۔ اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند نج مقبول کے صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں:

و مساقط میشود حد بشبہات محتملہ اور عرف الجاوی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں آپ کی ہیں۔

اعتراض نمبر ۷۳:

بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر حد کی چھوٹ

واذ زنی بصبیۃ فلا حد علیہما وعلیہ الذکر. (ص ۱۵۰ ج ۲)



”اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور زانی پر اس کا مہر واجب ہو گا۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت سے پہلے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ان ذنی صحیح بمجنونة او صغیرة یجامع مثلها حد الرجل خاصة  
”اگر کسی شخص نے مجنون عورت سے یا ایسی نابالغ لڑکی سے زنا کیا جس سے مجامعت ہو سکتی ہے تو مرد کو حد کی سزا دی جائے گی۔“ (ج ۲ ص ۱۳۹)

ہاں اگر کسی بدکار نے ایسی نو عمر لڑکی سے زنا کرنے کی کوشش کی جس سے مجامعت نہیں ہو سکتی تو چونکہ اس نے حقیقتاً زنا نہیں کیا لہذا اسے زنا کی سزا نہ دی جائے گی۔ بلکہ اگر لڑکی اس کے فعل بد سے مرگئی تو قتل کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ ورنہ دوسری سزاؤں کا۔ جب صغیرہ کی وجہ سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تو زنا کی سزا کیسی؟ اس عبارت واذ ذنی بصیة فلا حد علیہما کا یہی مطلب ہے جو عرض کیا گیا۔

اعتراض نمبر ۷۷:

سوئے ہوئے مرد سے عورت زنا کرے تو حد کی چھوٹ

لو مکنت نفسها من النائم لا یجب علیہما الحد. (ص ۱۵۰ ج ۲)  
”اگر سوئے ہوئے مرد سے عورت نے خود طبعی کی اور اپنے نفس پر قابو دے دیا تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ محیط میں ہے۔“ (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مرد سویا ہوا ہے عورت نے اپنے آپ کو اس کے قابو میں دے دیا ہے کہ وہ جو چاہے اس سے کر لے۔ عبارت میں مرد کے جاگنے کا ذکر



نہیں شہوت میں آنے کا ذکر نہیں دخول کرنے کا ذکر نہیں اور ان سب چیزوں کے پائے جانے کے بغیر زنا متحقق نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ زنا مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ عورت فاعل نہیں ہوا کرتی مفعول بہا ہوا کرتی ہے۔ جب فاعل سویا ہوا ہے اور فعل ثابت ہی نہیں تو حد زنا کا مستوجب کون ہوگا؟ ہاں وہ عورت اپنی اس ناپاک حرکت اور غلیظ جسارت کی بنا پر ”حد زنا“ کے علاوہ تعزیری کی ضرور مستحق ہوگی۔

اعتراض نمبر ۷۵

### مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

رجل زنا بامرأة ميتة اختلفوا فيه قال اهل المدينة يحد وقال اهل البصرة يعزر ولا يحد وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله وبه ناخذ. (ص ۱۵۰ ج ۲)  
 ”ایک مرد نے مردہ عورت سے زنا کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری کی جائے گی اور اہل بصرہ نے فرمایا کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیری دی جائے گی اور فقیہ ابوليث نے فرمایا کہ ہم اسی (حد نہ ہونے) کو لیتے ہیں۔“ (ص ۳۳۰ ج ۳)  
 (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

فرمائیے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ اگر کسی حدیث میں مردہ عورت سے محبت کرنے پر حد زنا، رجم یا سوکھڑے آتے ہیں تو بیان کریں۔ ورنہ تعزیری کی سزا تو خود اس عبارت میں موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۷۶ (الف):

### عورت اور بچے سے غیر وضع فطری فعل

لو وطئ امرأة في دبرها او لاط بغلام لم يحد عند ابی حنیفة رحمہ اللہ  
 ويعزر. (ص ۱۵۰ ج ۲)



”اگر کسی عورت سے اس کے دبر میں وطی کی یا طفل سے لواطت کی تو امام اعظم کے نزدیک حد نہ ہوگی مگر اس کو تعزیری دی جائے گی۔“ (ص ۳۳۹ ج ۳)

اعتراض نمبر ۶۷ (ب):

لو فعل هذا بعده او امته ابو بنو جتہ بنکاح صحیح او فاسد لا یحد  
اجماعاً. (ص ۱۵۰ ج ۲)

”اگر ایسا امر (لواطت) اپنے غلام یا باندی یا جو رو کے ساتھ کیا خواہ جو رو سے نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو تو بالا جماع (اجماع حنفیہ) اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔“  
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

زنا کے لیے ایلاج فی القبل ضروری ہے ایلاج فی الدبر کا نام زنا نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ مجرم جس نے زنا نہیں کیا اس پر حد زنا کی سزا کس طرح نافذ ہو سکتی ہے۔ غیر فطری حملہ کرنے والے کی جو سزا قرآن و حدیث نے مقرر نہیں فرمائی وہ سزا فتاویٰ عالمگیری مقرر نہیں کر سکتا۔ ہاں اس گھناؤنے جرم کی سزا کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: لو اعتاد اللواطۃ فحدہ الامام ”اگر کوئی شخص غیر فطری حملہ کرنے کا عادی ہو تو اس کو امام قتل کر دے۔“ (ج ۲ ص ۱۵۰)

اعتراض نمبر ۷۷:

آزاد عورت کو خریدے تو؟

اذا زنی بامرأة ثم قال اشتريتها لاحد عليه سواء كان حرة او امة.  
”اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو“ (ص ۳۳۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)



جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اشتبه عليه الأمر بظنه الحن

”اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔“  
یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۷۸:

چھینی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں

قال محمد في الاصل اذا غصب جارية و زنى بها ثم ضمن قيمتها  
فلا حد عليه عندهم جميعاً. (ص ۱۵۱ ج ۲)

”امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی نے باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت تاوان دے دی تو بالاتفاق اس پر حد نہ ہوگی۔“ (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۳)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے۔ شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔ من ادعى خلاف ذلك فعليه البيان



اعتراض نمبر ۷۹:

مالک کہے میں نے لونڈی نہیں بیچی تب بھی حد نہیں

واذا زنی بامة ثم قال اشتريتها وصاحبها فيها بالخيار وقال مولاها  
كذب لم ابعها قال لا حد عليه. (ص ۱۵۱ ج ۲)

”اگر باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید ابدی شرط کہ اس کے موٹی  
کو خیار حاصل ہے اور اس کے موٹی نے کہا یہ جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا  
تو فرمایا کہ واطی پر حد واجب نہ ہوگی۔“ (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۳)

جواب:

اس اعتراض کا وہی جواب ہے جو اعتراض نمبر ۷۷ کے تحت گزرا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۰:

بادشاہ زنا کر لے تو اس پر حد نہیں

كل شيء صنعه الامام ليس فوقه امام مما يجب به الحد كالزنا  
والسرقة والشراب والقذف لا يواخذ به الا القصاص والمال كذا في  
الكافي. (ص ۱۵۱ ج ۲)

”ایسے امام المسلمین نے جس کے اوپر امام نہیں (یعنی خلیفہ، بادشاہ، وزیراعظم،  
صدر، ڈکٹیٹر) ہے اگر ایسی بات کی جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا، سرقت (چوری)  
شراب خوری و قذف (بے گناہ پر زنا کا الزام) تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا سوائے  
قصاص و جرم مال کے یہ کافی میں ہے۔“ (ص ۳۴۱، ۳۴۲ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۵)



جواب:

چونکہ قصاص حقوق العباد میں سے ہے اور اس کا مدعی صاحب حق ہے۔ اس لیے صاحب حق کے طلب کرنے پر قصاص لیا جائے گا۔ لیکن حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور حدود کا اجراء و اقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنے آپ پر اقامت حدود نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس پر بھی بادشاہ ہو تو وہ اپنے ماتحت بادشاہ پر حدود قائم کر سکتا ہے۔ اور یہ دلیل صاحب ہدایہ نے لکھی ہے۔

حنفی فقہائے کرام ایسے بدکردار بادشاہ کو اولاً تو سربراہ مملکت بننے نہیں دیتے۔ اگر بدقسمتی سے سربراہ مملکت بن ہی جائے تو اس کے معزول کرنے کے مناسب اقدامات فرماتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک وہ ریاست کا سربراہ اعلیٰ ہے تب تک اس کے اوپر قوت نافذہ قائم نہیں ہو سکتی اور حدود خداوندی کا نفاذ قوت نافذہ کے بغیر ممکن نہیں پہلے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فتنہ نہ پھیلے۔ فتنہ کے بغیر اس بدکردار سربراہ کو معزول کیا جائے گا پھر اس پر مقدمہ چلایا جائے گا پھر حدود نافذ کی جائیں گی۔

(ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفی کی مشہور کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸۰ ج ۳)

اعتراض نمبر ۸۱:

### فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ

ولو شهد ثلاثة منهم على الزنا والرابع قال رأيتهما في لحاف واحد فانه لا يبعد المشهود عليه ويحد الشهود الثلاثة حد القذف والشاهد الرابع لا حد عليه. (ص ۱۵۲ ج ۳)

”پھر اگر زنا کے کیس میں تین گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مجرم کو جرم کرتے دیکھا اور چوتھا یہ گواہی دے کہ اس نے طرین کو بستر میں ملفوف دیکھا ہے تو حد کی سزا نافذ نہ ہوگی بلکہ اس کی بجائے پہلے تین گواہوں پر قذف کی سزا جو اسی کوڑے



ہے جاری کی جائے گی۔“ گویا الٹا چور کو توال کو ڈانٹے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۵، ۶۶)

جواب:

اگر ملزم اعتراف نہ کرے تو ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کی شرط اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور آیت نمبر ۱۳ میں صراحۃً ذکر فرمائی ہے۔ اور کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے اور چار گواہ نہ پیش کیے جائیں تو اسی آیت میں تہمت لگانے والے کو عند اللہ کاذب کہا گیا ہے۔ پھر اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں ان تہمت لگانے والوں کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ مذکورہ ان دو آیتوں کی روشنی میں مرتب فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں گواہ صرف تین ہیں، چوتھا ملفوف ہونے کا گواہ ہے، زنا کا گواہ نہیں اور ملفوف ہونا دخول کو مستلزم نہیں اور دخول کے بغیر زنا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ممکن ہے عورت رتقاء ہو ممکن ہے مرد محبوب ہو ممکن ہے دونوں پر یا کسی ایک پر یکدم خوف خدا طاری ہو گیا اور وہ سنگین جرم کے ارتکاب سے بچ گئے ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ عین برہنگی و تنہائی کی حالت میں عورت نے مرد کو ”اتق اللہ“ کہہ کر فعل بد سے بچا لیا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

جب ملفوف ہونے کا گواہ زنا کا گواہ نہیں تو حد زنا کس طرح لگائی جاسکتی ہے۔ مفتی صاحب کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا جو قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے یقیناً علامات قیامت سے ہے۔

مفتی صاحب بیچارے علم حدیث میں کافی کمزور ہیں ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیس تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عدالت میں پیش ہونے والے کیس کے بالکل موافق ہے اور آپ نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے۔

(سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۷)



اعتراض نمبر ۸۲:

### فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف

وان شهد وانه زنی بامرأة لا يعرفونها لم يحد كذا في الهداية

(ص ۱۵۲ ج ۲)

”اگر شاہد اس عورت کو نہیں پہچانتے جس کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶)

جواب:

ہدایہ میں اس کی نہایت معقول وجہ لکھی ہے۔ لکھا ہے:

لا احتمال انها امراته أو أمته بل هو الظاهر

ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے۔ کیوں کہ مسلمان کا ظاہر حال یہی ہے کہ وہ زنا کار نہیں۔ گواہوں کے لیے لازم تھا کہ وہ عورت کی پہچان رکھتے بعد میں گواہی دیتے۔ جب وہ عورت کو پہچانتے ہی نہیں تو ان کی گواہی غیر معتبر اور مجہول قرار دی جائے گی۔

اعتراض نمبر ۸۳:

### عورت کی رضامندی سے زنا کی حد معاف

قال محمد رحمه الله تعالى في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا اثنان انها طاو عته قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى ادراعنهم الحدود جميعا يعني الرجل والمرأة والشهود.

(ص ۱۵۳ ج ۲)

”اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر



مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں وہ اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا لیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کی مطاوعت کی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔“ (ز ۳ ص ۳۳۳)

ناظرین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضا مندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکور کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں کیوں کہ اگر عورت رضا مند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضا مندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضا مندی تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جاسکتی۔

اعتراض نمبر ۸۴:

شراب کی بدبو چلی جانے سے حد کی چھوٹ

ان اقر بعد ذهاب ريحها لم يحد عند ابى حنيفة و ابى يوسف



رحمہما اللہ۔ (ص ۱۵۹ ج ۲)

”اگر اس نے بدبو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

ہدایہ میں امام محمد کا قول لکھا ہے وقال محمد بعد۔ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس کو صحیح لکھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فقول محمد لمحو الصحیح ج ۲ ص ۶۱۸ اور غایۃ البیان میں بھی امام محمد کے قول کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔ بحر الرائق میں بھی امام محمد کے قول کو ارجح من جہت المعنی کہا گیا ہے۔ جب فقہائے احناف نے امام محمد کے قول کو ہی صحیح فرمایا ہے تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کیسا؟

اعتراض نمبر ۸۵:

### شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ

و کذا اذا شہدوا علیہ بعد ما ذهب ریحہا والسكر لم یحد عنہما

ایضاً۔ (ص ۱۵۹)

”اور اسی طرح بدبو جاتی جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اس پر گواہوں نے گواہی دی تو بھی شیخین (امام اعظم اور امام ابو یوسف) کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۳۶۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

اس مسئلہ میں بھی امام محمد کا قول ہدایہ میں مرقوم ہے کہ حد لگائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ تصادم قبول شہادت کا مانع ہے۔ یعنی گواہوں کا پہلے خاموش رہنا پھر دیر کے بعد



شہادت دینا اثبات کی تہمت پیدا کر دیتا ہے کہ شاید ان کو کسی عداوت نے ادائے شہادت پر اکسایا ہے۔ اور متہم کی شہادت معتبر نہیں اور اس دیر کی حد امام محمد کے نزدیک ایک مہینہ ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بو کے زائل ہونے تک ہے یعنی بو کے زائل ہونے تک بلا عذر گواہوں کا ادائے شہادت سے خاموش رہنا تہمت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ نہ حد لگے گی۔ بدایہ میں اس مسئلہ کی دلیل میں قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وجدتم رائحة الخمر فاجلدوه

”اگر تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ۔“

ہم نے فقہ حنفی کے دونوں قول واضح کر دیئے دونوں صحیح ہیں مگر فتویٰ امام محمد کے قول پر

ہے۔

اعتراض نمبر ۸۶:

شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے

ویباح تخلیها کذا فی محیط السرخسی۔ (ص ۴۱۰ ج ۵)

”اور شراب (حرام) کو سرکہ کو ڈالنا مباح ہے۔“ (ص ۲۰۰ ج ۹)

یعنی بالاتفاق حلال ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۰)

جواب:

آنحضرت ﷺ سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ نعد الادم الخل رواہ مسلم۔ یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور یہ حنفیہ کا ہی مذہب نہیں ہے بلکہ امام اوزاعی اور لیث کا بھی یہی مذہب ہے۔ پس شراب بھی جب سرکہ بن جاوے یا بتائی جاوے تو اس کے استعمال میں کون سی قباحت ہے۔ بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے اور نیز یوں بھی حدیث



میں وارد ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔ کہ خیر خلکمہ خل خمر کہ

(سنن الکبریٰ بیہقی)

شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۵۷ مطبوعہ مصطفائی دہلی اور بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتی ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ کذا فی العینی۔ (دارقطنی ج ۳ ص ۲۶۶)

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو برا سمجھتا ہے وہ اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتا ہے اور حدیث کا منکر ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ خود غیر مقلدین کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کے رو سے شراب تو پاک اور طہیبات سے ہے پھر وہ کیوں حنیفوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲ میں شراب کی پاکی کو بڑے مبالغے سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استفتاء میں سور کی چربی اور منی کے پاک ہونے سے کھانے اور چائے کی اجازت دے رہے ہیں۔ بحکم آیت کلا وامن الطہیبات پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات اور مشروبات سے ہو گئی۔ پس ان کی فقہ الحدیث میں جو لکھا ہے اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا سرکہ خلاف ان کے اصول کے ہے کیوں کہ روضۃ الندیہ میں جواز و عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک اختلاف سے اصلی حکم میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے جیسا کہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت ہے۔ اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اتفاقی حرمت قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے۔ پس جب بعض اصحاب اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتدا اور اسلام میں تھا۔ چنانچہ ابتدا میں استعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو ممانعت رفع ہو گئی۔ پس شراب کو سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کہنا ہے۔



اعتراض نمبر ۸۷:

### شراب کھانے پر حد کی چھوٹ

اذا عجن الدقيق بالخمر وخبزة لا يوكل ولو اكل لا يحد (ص ۴۱۱ ج ۵)

”اگر شراب سے آٹا گوندھا اور اس کی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔“ (ص ۴۰۱ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۰)

جواب:

اگر ایسی روٹی کھانے پر شراب کی حد قرآن و حدیث میں موجود ہے تو مفتی صاحب بتائیں ورنہ فقہاء پر اعتراض نہ کریں۔ ہمارے علامہ عبدالحی لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فهذا الخبز نجس كما لو عين بالبول  
یہ روٹی ناپاک ہے جیسا کہ پیشاب ناپاک ہے

اعتراض نمبر ۸۸:

### شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں

اذا شرب تسعة اقداح من نبيذ التمر فاوجر العاشر فسكر لم يحد  
لان السكر يضاف الى ما هو اقرب اليه كذا في السراجيه ص ۴۱۲ ج ۵  
الباب الثاني.

”اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسواں پیالہ اس کے منہ میں ڈالا گیا پس نشہ ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ سکر اس کے اقرب کی طرف مضاف



(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۲)

جواب:

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبیذ تمر شراب بمعنی خمر کا نام نہیں بلکہ اس پانی کا نام ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جائیں تاکہ پانی میٹھا ہو جائے جس طرح آج کل شکر ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ رسالت مآب ﷺ میں کھجوریں ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا تھا۔ شرعاً اس مشروب کا پینا بلا کراہت درست ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے بارہا نوش فرمایا۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس پیالے میں رسول اکرم سید عالم ﷺ کو درج ذیل مشروبات پلانے کی سعادت حاصل کی (العسل والنبیذ والماء واللبن) شہد، نبیذ، پانی او دودھ۔

حدیث نمبر ۲:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کنا نبیذ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سقاء ہم رسول اللہ کے لیے مشک میں نبیذ تیار کیا کرتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لیے شروع رات پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتیں پھر آپ ﷺ اس نبیذ تمر کو صبح سے لے کر تیسرے دن کی عصر تک جب چاہتے نوش فرماتے۔ فان بقی شیء سقاء الخادم او امر به فصب پھر اگر کچھ بچ رہتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو گرہ ادا جاتا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۲)

تیسری حدیث کی تشریح میں محدثین کرام نے فرمایا کہ اگر بوجہ گرمی وغیرہ کے نبیذ میں



نشہ پیدا ہو جاتا (جس کی پہچان رنگ بدلنے جہاگ پیدا ہونے وغیرہ سے ہو جاتی ہے) تو حضور اقدس ﷺ اس کے گرانے کا حکم دے دیتے اور اگر نشہ پیدا نہ ہوتا تو خادم کو پلا دیتے۔ (مرقاۃ جدید ص ۲۲۷ ج ۸)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبیذ تمرئہ و پسندیدہ مشروب ہے۔ البتہ اسے اگر زیادہ دیر تک رکھا جائے تو اس میں کبھی نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مشروب نشہ آور ہونے سے پہلے بلا کراہت حلال ہے اور نشہ آور ہونے کے بعد بلاشبہ حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی مندرجہ عبارت ان احادیث کی روشنی میں مرتب فرمائی گئی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے نبیذ تمر کے ایسے نوپیا لے پیے جن میں نشہ نہ تھا اور دسواں پیالہ جس میں نشہ تھا اس نے خود نہ پیا بلکہ کسی نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا جس سے وہ نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی کیوں کہ جس نبیذ کو اس نے خود پیا اس میں نشہ نہ تھا اور جس میں نشہ تھا اسے اس نے خود نہ پیا جب نشہ آور چیز بغیر اکراہ کے خود نہ پی جائے تو حد نہیں لگائی جاسکتی۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ یعنی جو شخص حرام چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور ہوا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (البقرہ: ۱۷۳)

غیر مقلدین کا مذہب، پہلا مسئلہ:

اگر کتا کنویں میں گر پڑے اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پاک ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۳۸)

دوسرا مسئلہ:

زیادہ تر صحیح قول یہ ہے کہ کتے اور خنزیر کے سوا سب جانوروں کی منی پاک ہے۔

(فقہ محمدیہ کلاں ج ۱ ص ۴۱)

تیسرا مسئلہ:

”جب تک پانی کا کوئی وصف نہ بدلے قلیل ہو یا کثیر نجاست گرنے سے وہ نجس نہیں



ہوتا۔“ اہل حدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (لغات الحدیث ج ۶ ص ۳۲۰)

چوتھا مسئلہ:

”خون کی نجاست پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء طہارت ہے۔“

(لغات الحدیث ج ۲ ص ۶۸)

پانچواں مسئلہ:

جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا، جن ادویہ میں شراب کی روح یعنی الکحل شریک ہوتی ہے اس کا بھی استعمال درست ہوگا ہمارے علماء اہل حدیث میں سے مفتی مصر نے ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔ (لغات الحدیث ج ۱ ص ۶۰)

چھٹا مسئلہ:

”کپڑے یا جسم میں شراب لگ جائے تو دھونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ شراب نجس نہیں ہے۔“ (لغات الحدیث ج ۶ ص ۸)

اعتراض نمبر ۸۹:

چوری کے اقرار سے منحرف کرنا مستحب ہے

ويستحب للامام ان يلقن حتى لا يقر بالسرقه كذا في الظهيره.

(ص ۱۷۱ ج ۲)

”اگر کوئی چور مجرم ہونے کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے ایسی ترغیب دے کہ وہ چوری کا اعتراف ہی نہ کرے۔“

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۱۹۳)



## حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے

وینبغي ان يلقن لمقر الرجوع احتيالا للدرء

(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ ج ۲)

”اگر کوئی چور چوری کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کا فرض ہوگا کہ وہ اسے اپنے اعتراف سے منحرف ہو جانے کی ترغیب دے تاکہ وہ حد کی سزا سے بچ جائے۔“

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۱۹۴)

جواب:

دونوں اعتراض کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب نے ”فرض ہوگا“ کے الفاظ اپنی طرف سے کہے ہیں۔ کتاب میں ان کا ذکر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی مکمل عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو ینبغي ان يلقن لمقر الرجوع احتيالا للدرء واذا رجع عن الاقرار صح في القطع ولا يصح في الحال یعنی اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کی چور کی ہے تو مناسب ہوگا کہ مقرر کو اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ رجوع کے سبب حد سرقہ سے بچ جائے۔ لیکن رجوع سے صرف اتنا فائدہ ہوگا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ باقی رہا مال وہ ضروری طور پر حسب اعتراف اس سے برآمد کیا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۱۷۱)

حدیث شریف:

یہ مسئلہ دل سے نہیں بنایا گیا بلکہ درج ذیل حدیث سے مستنبط ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس سید عالم رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر اعتراف جرم کیا تو آپ نے اسے تلقین فرمائی کہ ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ ”رجوع کر۔ اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۱۰)



مگر اس نے اعتراف جرم سے رجوع نہ کیا تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس پر سنگساری شروع کی گئی تو وہ بھاگ پڑا۔ سنگسار کنندگان میں سے بعض نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر یہ واقعہ سید عالم ﷺ کے حضور عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: هَلَّا تَرَ كُتْمُوهُ لَعَلَّهٗ اِنْ يَتُوبَ فَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ ”تم نے اسے (چھوڑ دینا تھا) چھوڑا کیوں نہیں۔ (بھاگنے کے بعد کیوں قتل کیا) شاید کہ وہ اعتراف جرم سے رجوع کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کا رجوع قبول فرما لیتا۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

اعتراض نمبر ۹۱:

اقرار کے بعد بھاگ جائے تعاقب ختم

واذا اقر بالسرقۃ ثم هرب لا يتبع (ص ۷۳ ج ۲)

”اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا حد کی جگہ سے بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۱۹۵)

جواب:

پچھلے اعتراض کے جواب میں غور کرنے سے اس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔



دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال قطع النبي صلى الله عليه وسلم يد السارق في مجنة ثمنه ثلاثة دراهم

(صحیح بخاری ص ۱۰۰ ج ۲)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ تین درہم کی ڈھال میں کاٹا تھا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اقل النصاب في السرقة عشرة دراهم. ص ۱۷۹ ج ۲

سرقہ (چوری) کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے۔ (ص ۳۸۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۷۴)

جواب:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل یہ ہے کہ نصاب سرقہ کے باب میں اصل کی حیثیت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کو حاصل ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۲۳)

اور اس اصولی حکم پر ہی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عمل ہوا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک لاٹھی یا ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود پارہ ۲۷)

ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈھال کی قیمت کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ وہ



ہم یہاں درج کرتے ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جس میں ربع دینار (یعنی تین درہم) کا ذکر آیا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کے چرانے میں جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۳) حضرت قتادہ سے روایت ہے میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے ایک شخص نے ڈھال چرائی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے۔ اس کی قیمت لگائی گئی پانچ درہم پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بہت عرصہ نہیں گزرا میں بھول گئی چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جاوے گا یا زیادہ میں۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۵) حضرت سلیمان بن یسار نے کہا نہ کاٹا جائے ہاتھ کا پنچہ مگر پنچے میں (یعنی پانچ درہم کی مالیت میں) (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳ فرید بک شال لاہور)

(۶) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے نہ کاٹا جاوے ہاتھ مگر ڈھال کی چوری میں اس کی قیمت کے برابر دوسری چیز میں۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ڈھال چار درہم کی ہوتی ہے۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳)

(۷) حضرت ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ نہیں کٹوایا چور کا مگر ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت ان دنوں ایک دینار تھی۔

(نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۸) حضرت ایمن سے روایت ہے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک دینار تھی او عشرة دراهم (یادس درہم) (نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)



(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے ڈھال کی قیمت ان دنوں دس درہم تھی۔

(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۵۹)

(۱۰) حضرت عطاء نے کہا کم سے کم جس میں ہاتھ کاٹا جائے ڈھال کی قیمت ہے اور وہ ان دنوں میں دس درہم تھی۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبد

الرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ان متعارض روایات میں تطبیق دینا ضروری ہے چنانچہ علمائے احناف نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ ڈھال کی قیمت حضور ﷺ کے زمانے میں مختلف اوقات میں بدلتی رہی ہے۔ ابتدا میں ڈھال کی قیمت ربع دینار (تین درہم) تھی اس لیے حضور ﷺ نے اس زمانے میں حکم دیا کہ ربع دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پھر ڈھال کی قیمت بڑھ کر پانچ درہم ہو گئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد ڈھال کی قیمت اور بڑھ کر دس درہم ہو گئی ابن عباس اور ایمن رضی اللہ عنہما کی روایات میں اسی زمانے کا ذکر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مثال کے طور پر پہلے اونٹوں کے سستا ہونے کی وجہ سے دیت چار سو درہم تھی بعد میں اونٹوں کے مہنگا ہو جانے کی وجہ سے یہ آٹھ سو درہم ہو گئی۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۹)

چونکہ سب سے آخر میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہو گئی تھی۔ اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ اس فتوے کے حق میں مزید روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے تھے کہ حضور انور ﷺ کے

زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴)

(۲) عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی)



(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد ص ۱۰۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں نہ کاٹا جائے۔ اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۵) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے گا سوائے ایک دینار کے یا دس درہم کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۷) حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار ہے۔ جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۸) حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاتا مگر ڈھال (کی قیمت) میں راوی نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ اس کی کیا قیمت ہے (ابراہیم نے) کہا کہ ایک دینار۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۵۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۴)

(۹) عمرو بن شعیب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ساتھی عروہ بن زبیر، محمد بن مسلم زہری اور ابن یسار کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ درہم ہے؟ (میرے اس سوال کے جواب میں سعید بن المسیب نے) کہا کہ رہی یہ بات (ڈھال کی قیمت والی) تو اس بارے میں سنت نبوی چلی آ رہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۶)

(۱۰) قاسم بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو جس نے کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمر



بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کپڑے کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۲۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (نصب الراية ۳۳۲)

(۱۲) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ (نصب الراية)

(۱۳) عن ابن المسيب قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا سرق السارق ما يبلغ ثمن المعجن قطعت يده وكان ثمن المعجن عشرة دراهم۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ابن المسيب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چور کوئی ایسی چیز چوری کرے جس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

(۱۴) عن علي قال لا يقطع في اقل من دينار او عشرة دراهم۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم مال کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دس درہم سے

کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں



کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔

ناظرین فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے یا مخالف فیصلہ آپ خود کریں۔

اعتراض نمبر ۹۳:

### جھوٹی گواہی پر قاضی کے فیصلہ کا حکم

جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ نہیں ہوتا چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ ص ۳۲۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں ایک انسان ہوں اور تم جب اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو تو یہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بہ نسبت دلیل و حجت پیش کرنے میں چرب لسان ہو اور اس میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں یعنی دوسرے بھائی کے حق میں سے اس کے لیے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو وہ اپنے بھائی کے اس حق کو ہرگز قبول نہ کرے کیوں کہ میں ایسی صورت میں دراصل اس کے لیے دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوتا ہوں۔ مگر بقول فتاویٰ عالمگیری۔

قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ ہے:

رجل ادعی علی امرأة نکاحا وہی تجہد و اقام علیہا شہدی زور وقضی القاضی بالنکاح بینہما حل للرجل وطوھا وحل للمرأة التمكن منه عند ابی حنیفہ و ابی یوسف الاول. (مس ۳۵۰، ۳۵۱ ج ۳ باب ۱۷)

”ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہے اور اس شخص



نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی (جج) نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اس (عورت) کے ساتھ وطی کرنا حلال اور عورت کو جائز ہے کہ اس کو اپنے اوپر قابو دے دے۔“ (ص ۱۶۸ ج ۵)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۰، ۸۱)

اعتراض نمبر ۹۴:

### جھوٹی شہادت پر طلاق

امراة ادعت علی زوجها انه طلقها واقامت علی ذالك شهود زور وقضى القاضي بالفرقة بينهما وتزوجت بزواج اخر بعد انقضاء العدة فعلى قول أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ وقول أبی یوسف الاول لا یحل للزوج الاول وطؤها ظاهرا وباطنا ویحل للزوج الثانی وطؤها ظاهرا وباطنا علم بحقیقة الحال ان الزوج الاول لم یطلقها بان كان الزوج الثانی احد الشاهدين ولم یعلم بحقیقة الحال بان كان الزوج الثانی اجنبیا.

(ص ۳۲۱ ج ۳)

”ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دے دیا۔ پھر عدت گزارنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور پہلے قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے موافق پہلے شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا۔ ظاہر و باطن حلال نہیں اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اس سے وطی کرنا حلال ہے خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ان دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ ہو یا اس کو یہ بات نہ معلوم ہو۔ مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو۔“ (ص ۱۶۸ ج ۵)



دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ان مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہر اور باطن نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیئے۔ قاضی نے مطابق حکم شرعی شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے۔ موجود ہے، اور گواہ بھی موجود ہے۔ قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ ان کا یہ منظور کرنا ایجاب و قبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے قضاء قطع منازعہ کے لیے ہوتی ہے۔ منازعہ کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ امام محمد نے مبسوط میں لکھا ہے۔ تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں آپ (حضرت علی) نے فرمایا کہ میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

پھر یہ مسئلہ (قاضی کی قضا ظاہر و باطن والا) کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں۔ اگر معترض اس مسئلہ کو کسی حدیث صحیح کے مخالف سمجھتا ہے تو وہ صریح حدیث مع وجہ مخالفت و طریق استدلال لکھے۔

حدیث لعل بعضکم ان یکون الحن بحجة اس مسئلہ کے مخالف نہیں ہے۔ دیکھو لعان میں قاضی کی تفریق ظاہر باطن جاری ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوا ہے۔

اسی طرح معترض کے نزدیک بھی مفقود کی عورت پر چار برس کے بعد قاضی تفریق کر



سکتا ہے پس کیا یہ تفریق باطن میں نہیں ہوتی؟ کیا وہ عورت اللہ کے نزدیک مطلقہ نہیں ہو جاتی؟ اگر ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ قاضی کی قضاء باطن میں بھی نافذ ہو جاتی ہے۔

علامہ یعنی عمدة القاری شرح صحیح بخاری کے ص ۲۷۱ میں لکھتے ہیں:

وأبو حنيفة إمام مجتهد أدرك صحابة ومن التابعين خلقا كثيرا وقد تكلم في هذه المسألة بأصل وهو أن القضاء لقطع المنازعة بين الزوجين من كل وجه فلو لم ينفذ القضاء بشهادة الزور باطنا كان تمهيدا للمنازعة بينهما وقد عهدنا بنفوذ مثل ذلك في الشرع ألا ترى أن التفريق باللعان ينفذ باطنا وأحدهما كاذب بيقين

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ ادلہ کاملہ، البضاء الادلہ، تالیفات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبند۔

اعتراض نمبر ۹۵:

### سور کے بال قابل استعمال ہیں

وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى ولا ينفع من الخنزير بجلده ولا غيره إلا الشعر للأساكفة..... وقول أبي حنيفة اظهر كذا في المحيط.

(ص ۳۵۴ ج ۵)

”اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہیں جائز ہے۔ لیکن سور کے بالوں سے موزہ دوز (موچی) کو انتفاع لینا جائز ہے۔“ (ص ۹۰ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۵)

جواب:

مفتی صاحب آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری صاحب نے ”حقیقت الفقہ“ مسئلہ نمبر ۲۶۴ میں در مختار ج ۱ ص ۱۰۲ کے حوالہ سے احناف کا مسلک تحریر کیا ہے کہ سور کی



کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

جب فقہ حنفی کا یہ مسئلہ درمختار میں لکھا تھا تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ صرف عوام کو مغالطے میں ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔ جب سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی تو بال کیسے پاک ہو گئے۔ کھال کے ساتھ ہی بال ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک سور کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ناپاک ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام شوکانی اور ان کے معتقد نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کے نزدیک بجز گوشت سور کے اور کوئی چیز اس کی ناپاک ہی نہیں۔ شوکانی نے نجاستوں میں صرف گوشت سور کو شمار کیا ہے چنانچہ دربیہ میں فرماتے ہیں ولحم الخنزیر اور خنزیر کا گوشت۔

نواب صاحب اس کی شرح میں فرماتے ہیں: الدلیل علی نجاسة ما قدمنا قریبا من الاية الکريمة (الروضة الندیة ص ۱۲ مطبوعہ قدیمی ص ۱۸) ”کہ سور کے گوشت کے ناپاک ہونے کی دلیل ہم قریب ہی بیان کر چکے ہیں جو آیت شریفہ ہے۔“

اس سے قبل پانچویں سطر میں آیت کے مضمون کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والظاهر رجوعه الی الاقرب وهو لحم الخنزیر لافراد الضمیر ولهذا جزمنا ههنا بنجاسة لحم الخنزیر. (الروضة الندیة ص ۱۲ قدیمی ص ۱۸) ”کہ چونکہ ضمیر مفرد ہے اس بنا پر ظاہر یہی ہے کہ اقرب کی طرف راجع ہے جو ضمیر خنزیر ہے اسی لیے ہم اس جگہ پر سور کے گوشت کے نجس و ناپاک ہونے کے قائل ہوئے باقی اور کوئی چیز اس کی ناپاک نہیں۔“

نواب نور الحسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

پس دعوائے نجس بودن سگ و خنزیر برد پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار تا تمام است آری اکل لحم لہما و آشامیدن خمر حرام است و نیست ملازمت میاں حرمت و



نجاست آ رہے ہر نجس حرام است نہ ہر حرام نجس۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

”پس کتے اور سور کے اور شراب و خون مسفوح کے اور مرے ہوئے جانور کے ناپاک و نجس عین ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں کا گوشت کھانا اور شراب پینا بے شک حرام ہے۔ لیکن حرمت و ناپاکی میں لزوم نہیں۔ جو چیز ناپاک ہے وہ حرام ضرور ہے مگر ہر ایک حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

یہ قول تو با آواز دہل کہہ رہا ہے کہ سور کا کوئی جز بھی ناپاک نہیں حتیٰ کہ اس کا گوشت بھی ناپاک نہیں صرف حرام ہے اور حرام اور نجس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔“ مفتی صاحب کو خاص طور پر اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ ان کے اہل حدیث بھائی خنزیر و کتے دونوں کو ناپاک نہیں کہتے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد فرماتے ہیں:

ہمچنین استدلال برنجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست چہ مراد بر جس چنانکہ گذشت حرام است نہ نجس دور دو آیت در تحریم اکل ست نہ درنجاست و میان تحریم و نجاست تلازم نیست بسیار است کہ یک شیء حرام و طاہر می بود چنانکہ در حرمت علیکم امہاتکم و نحوین بودہ است و ہمین است حال استدلال بغسل آنیہ اہل کذب کہ دوران خوک پرند کہ آن بنا پر تحریم اکل و شرب است نہ بنا برنجاست و این حکم دیگر است مقصود شارع نیست۔

(بدورالابلہ ص ۱۶)

”اسی طرح لفظ رجس سے سور کے ناپاک ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ رجس سے مراد حرام ہے نہ ناپاک چنانچہ سبق میں گزر چکا ہے اور آیت کھانے کے حرام۔



ہونے میں نازل ہوئی ہے ناپاک ہونے کے بارے میں نہیں۔ اور تحریم و نجاست میں لزوم نہیں ہے بسا اوقات ایک شے حرام کے ساتھ ساتھ پاک بھی ہوتی ہے چنانچہ آیت حرمت علیکم امہاتکم وغیرہ میں ہے۔ اور یہی حال اس حدیث سے استدلال کا ہے۔ جس میں آنحضرت نے اہل کتاب کے برتنوں کے دھونے کا حکم دیا ہے جن میں وہ سور پکایا کرتے تھے کہ وہ حکم اس کی نجاست کی بنا پر نہ تھا کیوں کہ یہ حکم دوسرا ہے جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہیں بلکہ وہ حکم اکل و شرب کی تحریم کی بنا پر تھا۔“

نواب صاحب کا ایک اور حوالہ:

اس کے بعد ایک جملہ اور بھی نواب صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسے بھی نقل کیے دیتا ہوں۔  
واگر تنزلاً بتقدیر احتمال دویم محتمل از برائے احتجاج  
در محل نزاع منتہض نباشد (بدورالاہلہ ص ۱۶)  
”اور اگر احتمال کے طریق پر چلیں (کہ ممکن ہے نجاست کی وجہ سے دھونے کا حکم فرمایا ہو) تو جو دلیل محتمل ہو محل نزاع میں وہ قابل استدلال نہیں ہے۔“  
ناظرین ان عبارتوں کو دیکھ کر کیا کوئی عاقل انکار کر سکتا ہے کہ نواب صاحب وغیرہ  
سور کی طہارت کے قائل نہیں ہیں؟  
اسی طرح نواب صاحب نے دلیل الطالب فی ارجح المطالب کے صفحہ ۴۴۰ میں بیان کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

کہ سور تو سور اس کا لعاب بھی پاک ہے اگر کسی برتن میں سور یا کتے نے منہ ڈال دیا تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

والحق عدم النجاسة والامر بالغسل تعبدی او لما فيه من السمية

(ہدیۃ المہدی ص ۳۷)

نجس نہ ہونا ہی حق ہے۔



امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک:

اسی پر بس نہیں امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں:

واختاره البخاری وغيره من اصحابنا. (ہدیۃ المہدی ص ۳۷)

اب فرمائیے کہ فتاویٰ عالمگیری پر کیوں اعتراض ہے۔ آپ کے اہل حدیث کے یہاں تو سوراہے تمام اجزا کے ساتھ پاک ہے سوائے گوشت کے۔  
فقہ حنفی کا مفتی یہ قول کہ سورنجس عین ہے:

اب وہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیں جو آپ کو یہ بتلائیں گی کہ حنفیوں کے مذہب میں سور  
بجمیع اجزاء نجس و ناپاک ہے تاکہ کسی طرح کا وہم باقی نہ رہے۔

ثم قال الكرخی الا جلد الانسان والخنزیر جواب ظاهر قول  
اصحابنا (الی ما نقلته اولاً) والصحيح ان جلد الخنزیر لا يطهر بالدباغ لان  
نجاسة ليست لما فيه من الدم والرطوبة بل هو نجس المعین فکان وجود  
الدباغ فی حقه والعدم بمنزلة واحدة وقيل ان جلده لا یحتمل الدباغ لان  
له جلوداً مترادفة بعضها فوق بعض لما للأدمی. (بدائع الصنائع ص ۸۶ ج ۱)

”ہمارے تینوں اماموں کا ظاہر قول یہی ہے کہ سورنجس العین ہے دباغت دینے سے  
اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی ناپاک کی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خون اور  
رطوبات پائے جاتے ہیں بلکہ وہ دوسرے لے کر پیر تک ناپاک ہی ناپاک ہے پس دباغت  
کا وجود عدم دونوں یکساں ہیں لہذا دباغت سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ پاک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ  
بعض نے اس کی علت یہ بھی بیان کر دی کہ اس کے چمڑے میں تہہ ہونے کی وجہ سے  
دباغت اپنا اثر ہی نہیں کرتی۔ غرض کوئی بھی صورت ہو سور پاک نہیں ہو سکتا۔ اس سے قبل  
صاحب بدائع فرماتے ہیں:



ومنها الدباغ للجلود النجسة فالدباغ تطهير للجلود كلها الا جلد

الانسان والخنزير كذا اذكر الكرخي. (ص ۸۵)

”کہ دباغت تمام چمڑوں کو پاک کر دیتی ہے لیکن انسان اور سور کے چمڑے کو نہیں کرتی چنانچہ امام کرخی نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب سے کرخی طحاوی وغیرہ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مذہب ہی کو نقل کرتے ہیں۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

خلا جلد خنزير فلا يطهر (درمختار)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ای لانه نجس العین بمعنی ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حیا و میتا

فلیست نجاسة لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل

التطهير في ظاهر الرواية عن اصحابنا. (رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳)

”سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ نجس العین ہے یعنی اس کی ذات زندگی و موت

کی حالت میں اپنی تمام اجزاء کے اعتبار سے ناپاک ہے اس کی ناپاکی دوسرے جانوروں کی طرح

خون کی وجہ سے نہیں ہے اسی بنا پر ہمارے ائمہ کے ظاہر مذہب میں وہ پاکی کو قبول نہیں کرتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واما الخنزير فجميع اجزائه نجسة كذا في الاختيار شرح المختار.

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۵ ج ۱)

”خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں چنانچہ اختیار میں مصرع ہے۔“

كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمی والخنزير كذا في الزاھدی.

(عالمگیری ص ۲۵ ج ۱)

”تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں مگر انسان اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں



ہوتا۔ چنانچہ زاہدی میں تصریح ہے۔“

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

وشعر الخنزیر اذا وقع فی الماء یفسده لانه نجس العین

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۰)

”سور چونکہ نجس العین ہے اس لیے اس کے بال اگر پانی میں گر پڑیں تو پانی ناپاک

ہو جاتا ہے۔“

ہدایہ میں ہے:

وکل اهاب دبغ فقد طهر و جازت الصلوۃ فیہ والوضوء منه الا جلد  
الخنزیر لآدمی بخلاف الخنزیر لانه نجس العین اذا لہاء فی قوله تعالیٰ فانہ  
رجس منصرف الیہ لقربہ. (ہدایہ)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

قلنا جلد الخنزیر لا یندبغ فلا یطهر لان شعرہ غلیظ ینبت من لحمہ  
ولانہ نجس العین کالخمر. (کفایہ ج ۱ ص ۸۱)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

بخلاف جلد الخنزیر فانہ لا یطهر بالدباغ النجاسة غینہ.

(عنایہ ج ۱ ص ۸۲)

کنز الدقائق میں ہے:

الا جلد الخنزیر والادمی. (کنز)

شرح کنز میں ہے:

لنجاسة غینہ. (بحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۰)

مفتی صاحب ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ کنز الدقائق، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ،

عنایہ، کفایہ، قاضی خاں، عالمگیری، درمختار، رد المحتار، شامی۔ دس کتابوں سے میں نے اقوال



نقل کیے ہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حنفیوں کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کے تمام اجزا ناپاک ہیں اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی مذہب امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کا ہے۔ روایات فقہیہ اور بھی نقل کر سکتا ہوں۔ لیکن حق کی اتباع کے واسطے یہ کافی ہے۔

ایک بات اور سن لیجیے کہ گو حدیث تمام جلود کو شامل ہے جس میں جلد خنزیر بھی آ جاتی ہے لیکن حنفیوں نے خنزیر کے چمڑے کو اس سے علیحدہ کیا ہوا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت کے معارض ہے **اول لحم الخنزیر فانه رجس** کہ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ کیوں کہ خنزیر ناپاک ہے۔ ظاہر ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے اور ضمیر کے قریب تر خنزیر ہے خنزیر کے اعتبار سے لحم بعید ہے اور اس کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے مگر انہوں نے لحم کو اقرب قرار دیا ہے اور ہم خنزیر کو اقرب قرار دیتے ہیں جس پر مشاہدہ شاہد ہے اور ظاہری بصارت گواہ ہے اور مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا رجوع بغیر انکار شائع ہے کلام عرب بلکہ قرآن و حدیث میں اس کے نظائر موجود ہیں گو مضاف کی طرف بھی ضمیر راجع ہوتی ہے لیکن موضع احتیاط میں طریق احتیاط کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اسی صورت میں ہے جو حنفیوں نے اختیار کی ہوئی ہے بس حدیث مذکور چونکہ قرآن شریف کی آیت کے خنزیر کے بارے میں معارض ہے اور قرآن شریف کی آیت قطعی اور حدیث مذکور خبر واحد ظنی ہے۔ لہذا جلد خنزیر میں قرآن کی آیت کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور خنزیر کے علاوہ حدیث دوسرے جلود پر محمول ہوگی۔ اس طرح قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے گا اور آپ کے یہاں تو قرآن و حدیث دونوں کو چھوڑ دیا گیا۔ خنزیر بھی ماہر اور اس کے تمام اجزا طاہر اور لعاب بھی پاک ہے چنانچہ عبارتیں نقل کر چکا ہوں لہذا سچ سچ فرمائیے کہ قرآن و حدیث پر کون عامل ہے اس کو تحقیق کہتے ہیں اور اس کا نام اجتہاد صحیح ہے۔



ایک اور انداز سے:

ناظرین! صاحب درمختار بیان کرتے ہیں فلاں فلاں جانور سے شکار کرنا جائز ہے جس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جانور نجس العین نہ ہو اگر نجس العین ہوگا تو اس سے شکار جائز نہیں۔

فرماتے ہیں:

فلا يجوز بختزير لنجاسة عينه (درمختار کتاب الصيد)  
”لہذا خنزیر سے شکار کرنا جائز نہیں کیوں کہ وہ نجس العین ہے۔“

اعتراض نمبر ۹۶:

خون کے ساتھ قرآن مجید لکھنا جائز ہے

والذی رفع فلا یرقارمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جہتہ شیئ من القرآن قال ابو بکر الاسکاف یجوز. (ص ۳۵۶ ج ۵)  
اور جس شخص کی نکیر پھوٹی اور اس کا خون بند نہیں ہوتا پس چاہا کہ اس کے خون سے اس کی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہے۔

(ص ۹۹ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۷، ۸۸)

جواب:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تدای بالحرام (یعنی حرام کے ساتھ علاج) کا عنوان ہے۔ اس عنوان کو ذہن میں رکھیں اور اس عنوان کے تحت اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ جس کا علاج بالاحلال (حلال اشیاء کے ساتھ علاج) ممکن نہیں اور سوائے علاج بالحرام کے کوئی چارہ نہیں تو اب کیا کیا جائے ایسے مریض کو مرنے اور ہلاک ہونے دیا جائے یا اس کی جان بچانے کے



لیے علاج بالحرام کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اصل صورت مسئلہ کی یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اس میں بھی ہمارے فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے اور بالخصوص سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علاج بالحرام کو جائز نہیں کہا کیوں کہ حرام میں شفا نہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر موت واقع ہونے اور جان جانے کا خطرہ بھی ہو تب بھی حرام سے علاج کی اجازت نہ دی جائے گی جیسا کہ شامی میں امام حادی قدسی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

حتى يخشى عليه الموت وقد علم انه لو كتب فاتحة الكتاب او  
الاخلاص بذلك الدم على جهة ينقطع فلا يبرخص فيه

اگر تکسیر والے کو موت کا خطرہ بھی ہو اور اسے کسی ذریعہ سے اس بات کا یقین بھی ہو کہ اگر تکسیر کے خون سے اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھی جائے تو تکسیر ختم ہو جائے گی اور جان بچ جائے گی پھر بھی خون کے ساتھ لکھنے کی اجازت نہیں۔

مفتی صاحب شامی کی یہ عبارت پڑھیں تاکہ آپ کے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مگر بعض فقہاء کرام نے علاج بالحرام کو حالت اضطراری میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حاذق حکیم جو دیندار بھی ہو اور مستند بھی کے تجویز کرنے کے بعد جائز کہا کیوں کہ حالت اضطراری و مجبوری میں حرام کی حرمت فی الوقت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ﴾ ”مگر جو شخص مجبور ہو گیا“

(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳، سورہ انعام پارہ ۸ آیت نمبر ۱۴۵)

کے الفاظ شاہد و عادل ہیں صورت مذکورہ میں اضطرار اس حد تک ہے کہ جان جانے اور ہلاک ہونے کا خطرہ ہے مگر اس کے باوجود ہمارے فقہاء کرام سوچ بچار کے ساتھ قدم رکھتے ہیں۔ مگر فقہ حنفی کا عمل امام حادی قدسی والا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ حالت اضطرار میں علاج بالحرام جائز ہے۔ جیسا کہ نزل الا برار من فقہ نبی المختار ص ۳۰۱ میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ اذا استعمل برائی الطیب الحاذق ”جب کی ماہر حکیم کی رائے سے



استعمال کی جائے۔“

اور اسی کتاب کے ص ۳۱ پر ہے وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یوجد دواء افر حلال یوثر اثرہ کما رخص الخمر العطشان واکل المیتة للمضطر

”اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجازت ہے اس بات کی کہ (علاج بالحرام) جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری دوا حلال موثر نہ پائی ہے۔ جیسا کہ بوقت ضرورت پیاسے کے لیے شراب اور بھوکے کے لیے مردار جائز ہے۔“

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: واختلف اهل العلم فی التداوی بالشی النجس فابہاح کثیر منهم التداوی بہ (المسوی ص ۴۱۱)  
”نجس چیز کے ساتھ دوا کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے بہت سے لوگوں نے اس (نجس) کے ساتھ علاج کو مباح قرار دیا ہے۔“

غیر مقلدین کے نزدیک اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ سے ہم سوال و جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال: اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لیے حدیث میں ہے۔ مگر بڑی مکروہ چیز ہے کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض ہے۔ (مسائل مذکور)

جواب: حدیث میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز آیا ہے۔ جس کو نفرت ہونہ پئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔

لا بأس ببول ما یؤکل لحمہ (ایضاً)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۶۷ باب ہفتم مسائل متفرقہ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی

منڈی لاہور)

فقہ حنفی کا مذہب منع ہے لہذا ابو بکر سکاف کا یہ قول قابل عمل نہیں ہے۔



اعتراض نمبر ۹۷:

مردار کی کھال پر قرآن لکھنا جائز ہے

و کذا لو کتب علی جلد میتہ اذا کان فیہ شفاء کذا فی خزائن المفتین. (ص ۳۵۶ ج ۵)

”اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی (جواز کا) حکم دیا ہے بشرطیکہ اس میں شفا ہو۔ (ص ۹۹ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حنفی، کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے کذا فی عامۃ الکتب۔

باقی رہا چمڑا مردار کا سو بحکم حدیث شریف اذا بلغ الاہاب فقد طہر یعنی چمڑا و باغٹ سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیزوں پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کے رو سے چمڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ کو دیکھیے۔

اعتراض نمبر ۹۸:

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں

مسئلہ: مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے:

الا یقتل مسلم بکافر صحیح بخاری باب لا یقتل المسلم بالکافر۔

(ص ۱۰۲۱ ج ۲)

مگر فتاویٰ میں ہے: یقتل المسلم بالذمی. (ص ۳ ج ۶)



ذمی کے قصاص میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔ (ص ۳۳۳ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حدیث نمبر ۱:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلے میں قتل کیا اور کہا جو شخص اپنا ذمہ پورا کرے میں اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق دار ہوں۔  
(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

حدیث نمبر ۲:

عبدالرحمن بن بیلمانی سے روایت ہے کہ مسلمانوں کے ایک آدمی نے اس کتاب کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنا ذمہ پورا کرے۔ اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق رکھتا ہوں پھر آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

ان دونوں احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا جو روایت مفتی صاحب نے نقل کی ہے۔ اس سے کافر حربی مراد ہے، ذمی نہیں۔

اعتراض نمبر ۹۹:

عدالت سے بھاگنے والے چور پر حد نہیں

إذا اقر بالسرقة ثم هرب لا يتبع. (ص ۷۳ ج ۲)

اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے تو اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۳، ۷۴)



جواب:

جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

حدیث:

نعیم بن ہزال سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک یتیم تھے۔ میرے باپ کی گود میں انہوں نے محلے کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے باپ نے ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس باؤ اور ان سے بیان کرو جو تم نے کیا ہے۔ شاید آپ ﷺ تمہارے واسطے استغفار کریں اس سے ان کی یہ غرض تھی کہ کوئی صورت ان کے واسطے نکلے تو ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمائیے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا تو اس نے پھر دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم فرمائیے۔ یہاں تک کہ اس طرح پر اس نے آپ ﷺ سے چار مرتبہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو چار مرتبہ کہہ چکا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اب یہ کہہ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ ماعز نے کہا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے سویا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے چمنا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ جب آپ ﷺ نے حکم کیا اس کے سنگسار کرنے کا تو لوگ ان کو حرہ میں لے گئے (حرہ ایک زمین ہے کالے پتھروں کی مدینے کے قریب) جب ان کو پتھر مارنے لگے تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرائے اور دوڑ کر بھاگے۔ عبد اللہ



بن انیس نے ان کو پایا ان کے ساتھی تھک گئے تھے تو اونٹ کا کھر نکال کر مارا ان کو (یعنی ماعز کو) پھر مار ڈالا ان کو۔ آپ ﷺ کے پاس آن کر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((هَلَّا تَرَ كُتْمُزَهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) ”تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا، اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔“ (ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم)

اعتراض نمبر ۱۰۰:

پیشاب کے ساتھ بھی قرآن لکھنا جائز ہے

وبالْبُولِ اَيْضًا اِنْ الْعِلْمُ فِيهِ شَفَاءٌ لَا بُاسَ بِهِ (شامی ص ۱۴۷ ج ۱)

مصری طبع باب فی التداوی بالمحرم اور فتاویٰ قاضی خاں ص ۴۰۴ ج ۳ حاشیہ عالمگیری اور تیسری سطر۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

اس کا جواب اعتراض نمبر ۹۶ میں گزر چکا ہے، وہاں پر ملاحظہ فرمائیں اور تفصیل فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات میں دیکھیں۔



# تاریخ غیر مقلدیت

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماضی غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدر

ناشر

مکتبہ تبلیغ الاسلام کوسہ ممبر (ضلع نہانہ) ممبئی



# مولانا عبدالحق بنارسی

## بانی فرقہ غیر مقلدین

مولانا عبدالحق بنارسی فرقہ غیر مقلدین کے بانی مبانی ہیں۔ بنارس اور اس کے مضافات میں ترک تقلید کا شیوع آپ ہی کی بدولت ہوا۔ آپ کے والد کا اہم گرامی مولانا فضل اللہ عثمانی تھا۔ یہ دراصل ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ایک قصبے نیوتن کے باشندے تھے جو ضلع آٹاؤ میں واقع ہے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے بنارس میں اقامت گزریں ہو گئے تھے مولانا عبدالحق کی ولادت ۱۲۰۶ھ کو نیوتن میں ہوئی۔ اپنے والد گرامی اور چند دیگر علمائے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں عازم دہلی ہوئے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحق بڑھانوی سے حدیث و فقہ اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حج کے لیے مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور وہاں کے علماء سے بعض فقہی مسائل میں مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا تقلید کا انکار کرتے تھے اور مکہ مکرمہ کے لوگ کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے تھے اور دیگر متعدد مسائل میں ان سے مختلف رائے رکھتے تھے اس اختلاف نے زیادہ شدت اختیار کر لی تو وہاں کی حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد رہا ہوئے تو واپس ہندوستان آ گئے۔ دوسری مرتبہ سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ یہ قافلہ سات سو تریپن (۵۳)، افراد پر مشتمل تھا جس میں بہت سے علماء، زعماء شامل تھے بعض خواتین بھی اس قافلے میں شریک تھیں۔ یہ قافلہ ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ مئی ۱۸۲۲ء کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ مولانا عبدالحق بنارسی حج کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی عادت کے



مطابق فقہی نوعیت کے بعض مختلف فیہ مسائل میں وہاں کے علماء سے پھر بحثیں شروع ہو گئیں۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ محمد سعید اسلمی مدرسی فروکش تھے۔ یہ مولانا کے ہم وطن تھے انھوں نے وہاں کے قاضی سے ان کی شکایت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا مدوح مدینہ منورہ سے نکلے اور ایک مقام ”جریدہ“ جا پہنچے۔ وہاں سے ایک قافلے کے ساتھ ”جڈہ“ گئے اور جڈہ سے مین کا عزم کیا۔ وہاں قاضی محمد بن علی شوکانی سے ملاقات کی اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔ قاضی شوکانی کے علاوہ سبل السلام شرح بلوغ المرام کے مصنف کے پوتے شیخ عبداللہ میانی غیر مقلد نے بھی اپنے حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت دی شیخ عبداللہ میانی سے صیغہ بخاری قرآن مجید کی تفسیر جامع البیان اور بعض دیگر اہم کتابوں کے تبرکاً و تمیناً کچھ حصے پڑھے اور سند حاصل ہوئی۔ یہ ۱۲۳۸ھ کا واقعہ ہے بعد ازاں مٹا آئے اور پھر ہندوستان پہنچے۔ (فقہائے پاک و ہند تیسویں صدی ہجری جلد دوم خلاصہ ۵۹ تا ۶۲ مؤلف اسحق مجبلی غیر مقلد)

**عقائد و نظریات** | اسحق مجبلی صاحب غیر مقلد مولانا عبدالحق کے نظریات کے بارے میں لکھتے ہیں :

مولانا عبدالحق عثمانی بنارسى مسائل فقہ میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ وہ کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے بلکہ نصوص کتاب و سنت پر عامل تھے ان کے دور میں زیر صیغہ کے علماء و عوام زیادہ تر تقلید کے حامی تھے اور مولانا مدوح کا نقطہ نظر متعدد مسائل میں ان سے مختلف تھا۔ اسی لیے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر علمائے احناف اور ان کے درمیان مباحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس ضمن میں انھوں نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں ”الدر الفرید فی المنع عن التقلید“ زیادہ مشہور ہے۔ بنارس میں ان کا اپنا حلقہ درس بھی قائم تھا۔ (فقہائے پاک و ہند تیسویں صدی ہجری ص ۶۱)

لے قاضی شوکانی زیدی شیعو تھے اور ان کے عقائد و نظریات کا اثر مولانا عبدالحق پر ہوا۔



## ۲۔ میان پیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالحق دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

سوبانی مہمانی اس طریقہ نواہات (غیر تقلیدیت) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہید) نے ایسے حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا پھر اس کے شاگرد خاص اور پیرو باخلاص دوسرے شہروں میں مثل عظیم آباد کلکتہ وغیرہ کے کئی حاکم شرع اور علماء صاحب ورع کا کچھ خوف (کیا) تو یہاں اپنے تئیں خلیفہ امیر المؤمنین کے مشہور (ہو) کر لوگوں کو اپنے عقائد سے بتدریج مطلع کیا، اور جاہلوں کو گمراہ بنایا جب یہ معاملہ علماء دین اور حضرت کے سچے خلیفوں پر ظاہر ہوا اور اس کے سبب سے بڑا فتنہ و فساد مسلمانوں میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا اور غاوند جو رو (بوی) اور نوکر آقا کا مخالف بنا اور آپس میں ان کے ایسی جھوٹ ہوئی کہ وہ کام جو دین کا سب پر مقدم تھا اس میں بھی خلل آ گیا۔ لوگ متفرق ہوئے اور ایک ایک کا مخالف بن گیا۔ (تنبیہ الضالین بمرعاشیہ نظام الاسلام مکتب)

## ۳۔ قاری عبد الرحمن پانی پتی مرحوم شاگرد حضرت شاہ اسحاق محد دہلویؒ لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحق صاحب بناری نے ہزار ہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب سے نکلا اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ حضرت علیؓ سے بڑا کر مڑتا رہی ہوئی اگر بے تو بیری تو کافر مری۔ (والعیاذ باللہ) اور صحابہؓ کو پانچ پانچ حدیثیں یا پتھیں ہم کو سب کی سب حدیثیں یاد ہیں صحابہؓ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہؓ کو علم کم تھ۔ بعد تھوڑے عرصہ کے مولوی عبدالحق صاحب مولوی گلشن علی صاحب کے پاس جو دیوان راجہ بنارس کے شیعہ مذہب تھے گئے اور یہ کہا کہ میں شیعہ ہوں اب ظاہر شیعہ ہوتا ہوں اور میں نے عمل بالحدیث کے پردہ میں وہ کام کیا کہ عبد اللہ بن سبا سے نہ بنا تھا ہزار ہا اہل سنت کو قید مذہب سے نکال دیا۔ اب ان کا شیعہ ہونا بہت آسان ہے۔ چنانچہ

۱۔ یعنی سید احمد شہید کا مشن ۱۔ یہ اصل میں مختلف فتوؤں کے مجموعہ کا نام ہے۔



مولوی گلشن علی صاحب نے تیس روپے ماہواری انکی نوکری کروادی۔ (کشف المحجبات ص ۲)  
 ۴۔ نواب قطب الدین خاں محدث دہلوی صاحبہ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شاگرد شاہ اسماعیل محدث دہلوی  
 لکھتے ہیں:

عرصہ تخمیناً پالیس بیالیس برس کا گزرا کہ بعد تشریف لے جانے حضرت سید احمد صاحب  
 و مولانا محمد اسماعیل صاحب و مولانا عبدالحی صاحب کی طرف پنجاب کے بعض مفسدین  
 مزاجوں کے خیال میں کچھ انکار تقلید ائمہ دین متین علیہم الرحمۃ کا آیا تھا اور تخم عناد کا فقہاً  
 و فقہ کی طرف سے خصوصاً جناب امام صاحب کی طرف سے ان کے دل میں جماتا  
 منجملہ ان کے عبدالحق بنارسی نے مدعی خلافت حضرت سید احمد کے بن کر اور اس  
 پردہ میں واد خوب لامذہبی کی دے کر بہت سے مسلمانوں کو بہکایا اور فساد و امداد  
 مذہب کا پھیلایا تھا۔ سو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور مریدان خاص  
 اور خلفاء حضرت سید احمد نے فتویٰ حرمین شریفین سے طلب کیے۔ چنانچہ چاروں  
 وہاں مفتیوں نے اور تمام وہاں کے دیگر علمائے مثل شیخ محمد عابد سندھی مصنف طوابع الانوار  
 حاشیہ در مختار وغیرہ نے بالاتفاق کھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔  
 (دیکھئے تنبیہ الضالین۔) اور اس فتویٰ پر مواہیر اپنی ثبت فرمائی بعد اس کے  
 اس فتویٰ پر تمام علماء و مدرسین کلکتہ وغیرہ نے خصوصاً خلفاء حضرت سید احمد صاحب  
 نے اپنی سرپرستی ثبت کیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہوا۔

(تحفۃ العرب والعجم ص ۳۲ مطبع حسنی دہلی)

لے کشف المحجبات انشاء اللہ جلد طبع ہو رہی ہے۔



## غیر مقلدین کے چار مسائل

خَيْرُ النِّسَاءِ الْحَارِقَةُ - بہتر عورت

بہترین عورت کون سی ہے؟ | وہ ہے جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ)

تنگ ہو یا جو پڑ شہوت ہو۔ شہوت کی وجہ سے اپنے دانت پیس رہی ہو۔

(لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ کتاب "ع")

عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

شادی کے لیے کسی عورت ہونی چاہیے؟ | بِالْحَارِقَةِ - تم ایسی عورت کرو

جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو شہوت کے غلبہ سے دانت کو

دانت پر رگڑ رہی ہو۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ج صفحہ ۵)

فتنی نے کہا : اپنے

مسجد میں تھوکنے اور جو تون سمیت نماز پڑھنا | پاؤں کے تلے عقوق یعنی جب

مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو، اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اور عقوق کا غلبہ ہو تو کپڑے میں عقوق

لے۔ نہیں (یعنی وحید الزمان مؤلف لغات الحدیث) کہتا ہوں اس تخصیص پر کوئی دلیل

نہیں ہے۔ (یعنی نماز کی حالت میں بھی پاؤں کے نیچے عقوق سکتا ہے۔ کپڑے والی

بات جو فتنی نے نقل کی ہے وہ غلط ہے) اور مسجد کی زمین اگر کچی ہو یا کنکریاں بھی

ہوئی ہوں تو پاؤں کے تلے عقوق لینا اور مٹی پر رگڑ دینا یا کنکریوں میں دبا دینا وہاں

بھی ہو سکتا ہے خصوصاً جب جو تون سمیت نماز پڑھ رہا ہو جیسے سنت ہے۔



(لغات الحدیث کتاب ہ جلد ۵۸، ۵۹)

**تبصرہ** | غیر مقلدین کو اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔ اور سب کو جوڑوں سمیت نماز پڑھنی چاہیئے۔ ”بے ہمت عمل کی“

**شراب (خمر) پاک ہے** | یعنی شراب (خمر) فی ذاتہ کوئی ناپاک گندی غلیظ چیز نہیں ہے۔ وہ تو انگور یا کھجور یا دوسرے پاکیزہ میوؤں اور اناجوں وغیرہ کا شیرہ یا عرق ہوتا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۵ کتاب ام)

**جو آٹا شراب کے ساتھ گوندھا جائے اسکی روٹی کھانا جائز ہے** | جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا۔

(لغات الحدیث جلد ۵ کتاب ام)

**سور کے بال پاک ہیں** | اہل حدیث کا راجح مذہب یہ ہے کہ ہر ایک چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا اور سور کا چمڑا علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن سور کے بال پاک ہیں۔

(لغات الحدیث جلد ۵ کتاب ۱۰ ص ۸۹)

**ناپاک کپڑوں سے نماز** | خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ وہ نجاست جو نمازی کے بدن یا کپڑے پر نماز شروع کرنے کے بعد آن پڑے کچھ ضرر کرتی ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۵ کتاب ت و ث ص ۸۰)

**کتا پاک ہے** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کتے آتے جاتے رہتے۔ (دروازہ نہ تھا) پھر صحابہؓ پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ دبلکہ یونہی اس زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ کتے



مسجد میں پیشاب بھی کر دیتے تھے۔ اس حدیث سے یہ اخذ ہوا کہ زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ بعضوں نے اس حدیث سے کتے کی طہارت پر دلیل لی ہے محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (لغات الحدیث جلد ۲، کتاب ر مک)

## حضرت معاویہؓ کی توہین

(حضرت علیؓ نے کہا) میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص ماکم ہو گا جس کا پیٹ کشادہ ہے۔ (بڑا کھاؤ، مراد معاویہؓ ہیں)

(لغات الحدیث جلد ۲، کتاب د مک)

حضرت معاویہؓ و عمرؓ بن عباسؓ کی توہین | مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمرؓ بن عباسؓ دونوں باغی اور سرکش

اور شریک تھے۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب ر مک)

## گائے، بھینس، بکری، اونٹ، ہرن وغیرہ جانوروں کا گوہ لور پیشاب پاک ہے

جہاں بکریوں کا گوہ، موت چڑھا ہو (یعنی زمین پر اس کا گلا وہ چڑھ گیا ہو جیسے ان کے رہنے کی جگہ میں ہوتا ہے) وہاں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (کیونکہ حلال جانوروں کا گوہ موت پاک ہے)۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب د مک)

## حیض کے خون کے علاوہ سب خون پاک ہیں

کئی کہتا ہے کہ خون کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر اللہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جیسے ہم نے ہدایۃ المہدی میں بیان کیا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۲ کتاب د مک)



## فتنہ فرق باطلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مکتبہ شیخ الاسلام و مکتبہ صفدریہ کی اہم مطبوعات

- ✽ جی ہاں! فقہ حنفی قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے ✽ المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- ✽ فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ✽ فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ
- ✽ فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ✽ کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ
- ✽ صراط مستقیم (برائے خواتین) ✽ صراط مستقیم کورس (برائے مرد)
- ✽ نماز اہل السنۃ والجماعۃ ✽ نماز اہل السنۃ والجماعۃ "ہندی"
- ✽ تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے ✽ اصول مناظرہ
- ✽ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ ✽ فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- ✽ رسائل گھمن (چار رسائل کا مجموعہ) "ہندی" ✽ فرقہ اہل حدیث کا مقصد احیاء سنت یا افتراق امت
- ✽ فضائل و مسائل قربانی ✽ ہدایہ علماء کی عدالت میں
- ✽ حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ✽ خطبات گھمن (اول، دوم، سوم)
- ✽ ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے ✽ شادی کی پہلی دس راتیں
- ✽ کیا اہل عرب غیر مقلد ہیں؟ ✽ عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق
- ✽ کیا مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟ ✽ چالیس مسئلوں کی چالیس حدیث
- ✽ تحفۃ الایضاح فی شرح مقدمہ ابن صلاح ✽ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز
- ✽ سوال گندم جواب چنا ✽ ہوا لکذاب
- ✽ تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ✽ ڈاکٹر ذاکر نائیک خیالات و نظریات
- ✽ غیر مقلد مناظر کا غیر مقلدیت سے توبہ ✽ رسائل رد غیر
- ✽ سلفی کون حنفی یا غیر مقلد ✽ غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
- ✽ حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ (اول) ✽ فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات
- ✽ ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں؟ ✽ دلائل احناف
- ✽ بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات ✽ مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں
- ✽ ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں ✽ جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں



**MAKTABA SAFDARIYA DEOBAND**

Mob: 09808452070/8881030588/09322471046

Email: msislam829@gmail.com